



# نمونے کا ایک نوجوان

تالیف

منظور الحق صدیقی



**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi  
Preserved in Punjab University Library.**

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ  
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ



ذخیرہ پروفیسر محمد اقبال مجددی  
جو 2014ء میں پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو  
ہدیہ کیا گیا۔

*With compliments from  
Manzurul Haq Siddiqi*

۵۲۱۹

# ارشاد محمود صدیقی

بی۔ ایس۔ سی انجینئرنگ (ڈبل گولڈ میڈلسٹ)

(13 ستمبر 1948ء ملتان۔ 6 اگست 1970ء روات)



تالیف

منظور الحق صدیقی

ولڈ میڈلسٹ تریپوٹان

سابق استاد ریاضیات یہاں ملتان کالج

1970ء نوائے وقت پرنٹرز لاہور	طبع اول
مع اضافات 1999ء	طبع ثانی
136936	مطبع
فیض الاسلام پرنٹنگ پریس راولپنڈی	کمپوزنگ
جمیل آرٹ سروسز 5 قیصر بازار صدر راولپنڈی	
منظور الحق صدیقی	مولف
سی اے۔ 241۔ اے سیونٹھ روڈ سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی ٹیلیفون 4840808	

۷

### ملنے کے پتے

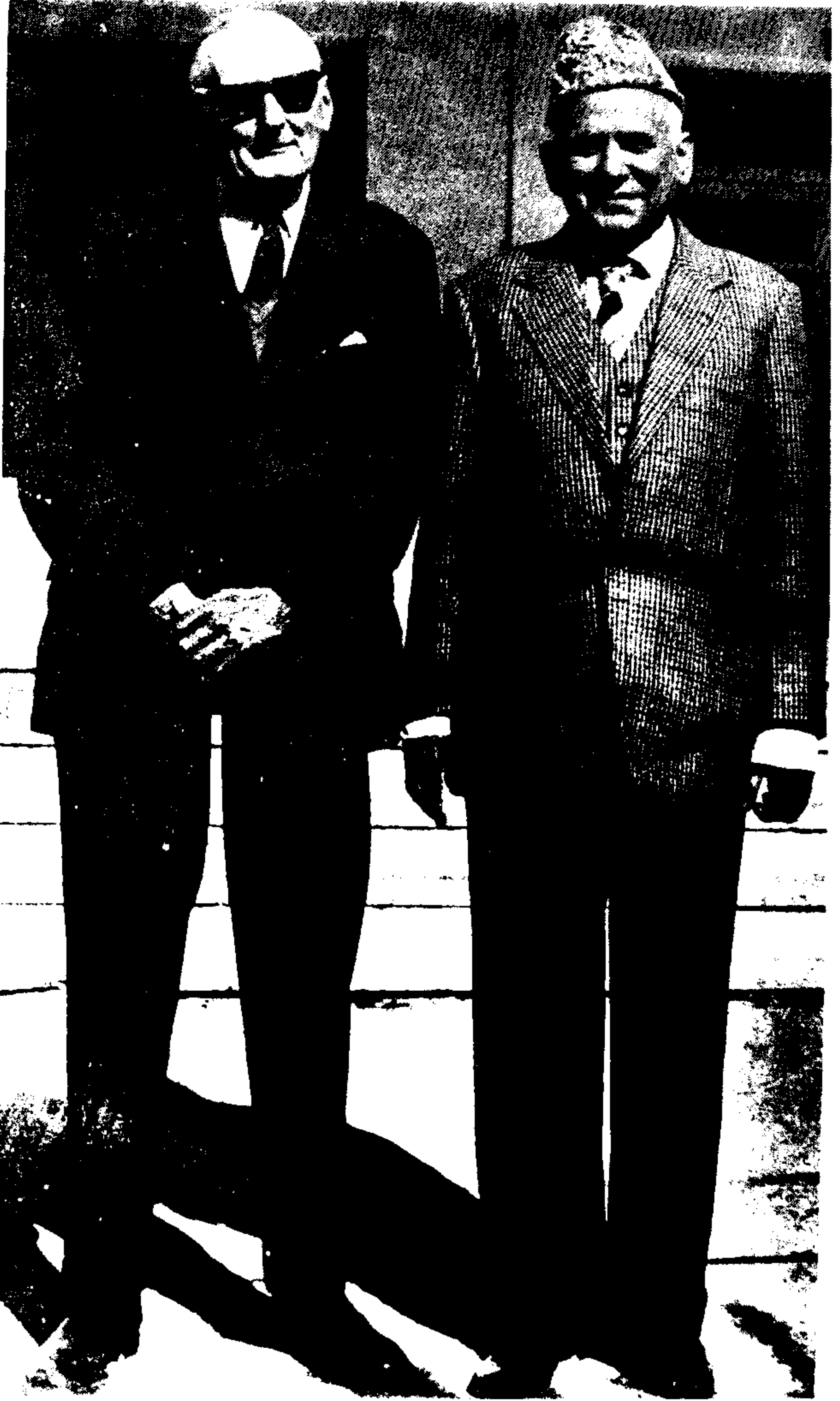
- پرنسپل کیڈٹ کالج حسن ابدال
- سید مظفر احمد B-528 سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی  
فون نمبر 4845868
- مجیب الدین توصیف D-124 بلاک 2  
طارق روڈ۔ پی ای سی ایچ کراچی  
فون : 021-4552143, 021-4541251
- سیکرٹری ابدالین کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی  
تھریڈ فلور اوریکا کمپلیکس گلبرگ لاہور

انتساب

ابدالیئرز (ABDALIANS) کے نام

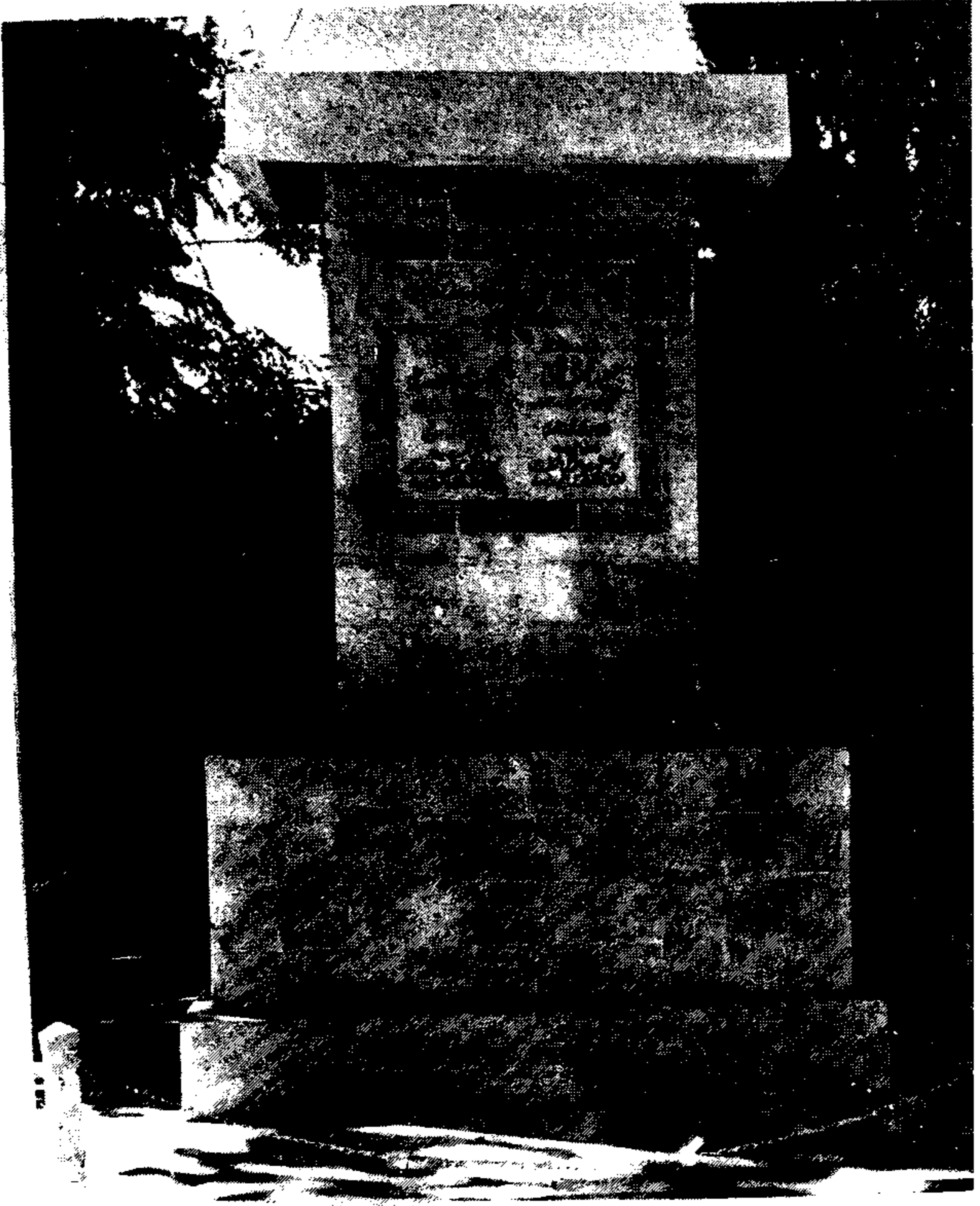


ارشاد محمود صدیقی



یہ ستاراج حسن ابدال سے بانی پرائمری سسٹم پھول اولڈ ایڈیٹورس اسٹیشن سے بانی پروفیسر سعیدی





کیڈٹ کالج میں اظہر اور ارشد کی یادگار

## تصاویر

4	ارشاد محمود صدیقی
5	کیڈت کالج حسن ابدال کے بانی پرنسپل مسٹر کچھول، اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے بانی پروفیسر صدیقی
6	کیڈٹ کالج میں اظہر اور ارشد کی یادگار
31	جائے حادثہ پر ارشد کے والدین، بہن اور نیگم بخاری
47	احمد منصور، ارشد محمود، اظہر علی، احمد رضا، ظفر علی ۱۹۵۶ء
117	تابوت کے ساتھ
118	صدیقی خاندان

## فہرست موضوعات

3	انتساب: ابدالینز کے نام
7	ترتیب (تصاویر و موضوعات)
11	دیباچہ طبع ثانی
15	دیباچہ طبع اول
17	پرنسپل چیئرمین: کتاب کا تعارف
18	مقبول جہانگیر: ایک ازلی مسکراہٹ
20	ہاں اے فلک پیر جو اں تمنا بھی ارشد
22	علمی شغف

- 25 کرم کتابی نہ تھا
- 28 آخری بارہ گھنٹے
- 30 بد خبری اور تدفین
- 35 شہدائے روات کے لواحقین کا اجتماع
- 41 ملازمت
- 43 تحمل اور خود اعتمادی، کم سخن مگر خوش طبع
- 46 ملنسار مگر دیر آمیز
- 48 سادگی
- 52 نظم آئینہ ارشد سے دو بند
- 53 اساتذہ کرام
- 54 چند اور رشتہ دار
- 64 عظیم ماں کا ہونہار فرزند
- 66 ذوالفقار احمد چیمہ ایڈیٹر اصلاح و تبلیغ آہ ارشد
- 67 منفرد نوجوان
- 68 تعزیت
- 70 مزید تعزیت نامے : قاضی فیض محی الدین
- 72 پرنسپل سید شیدا عظیم
- 73 پروفیسر ڈاکٹر عرش صدیقی
- 74 عبدالحمید نیازی ڈپٹی کمشنر

- 74 حاجی شیخ بشیر احمد
- 75 سعید مہدی سی ایس پی
- 76 سید محمد قاسم رضوی لمشنر ملتان ڈویژن
- 77 ذکی الدین پال حج بائی کورٹ
- 77 محمد عبداللہ قریشی (ایڈیٹر اونٹی دنیا لاہور)
- 78 سید پیر حسام الدین راشدی کراچی
- 78 مولانا غلام رسول مہر لاہور
- 79 مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

## ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی

- 80
- 82 کیڈٹ کالج میں شہ کائے قرآن خوانی کے نام
- 88 بیت اللہ شریف میں قرآن خوانی
- 89 لاہور میں تعزوتی اجلاس
- 90 شہ کائے دستخطوں کا عمل
- 104 جلسے کی کارروائی
- 106 تقاریر : عبدالحق متعلم انجیلک یونیورسٹی
- 106 شاہد احمد خان وراث نیچہ

- 107 الطاف حسن قریشی (مدیر اردو ڈائجسٹ)
- 108 پروفیسر وزیر الحسن عابدی
- 109 حکیم آفتاب احمد قریشی
- 111 ملک شمس
- 112 ظہور عالم شہید
- 114 پاکستان بنانے والوں میں سے پانچ سو
- 116 احمد رضا صدیقی : نظم بھائی جان کی یاد میں  
(حصہ انگریزی کتاب کے آخری صفحے سے)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## دیباچہ طبع ثانی

بہت مدت ہوئی نرے ہوئے اسکو گلستان سے  
ابھی تک دیدہ نرے کی حیرانی نہیں جاتی

ارشاد محمود صدیقی ایک نابغہ روزگار ابدالین تھا۔ اس نے پانچ سال تک  
ملک کی مایہ ناز درس گاہ کیڈٹ کالج حسن ابدال کی تعلیم و تربیت سے بھرپور  
استفادہ کیا اور آگے چل کر اسی تعلیم و تربیت کی وجہ سے انجینئرنگ یونیورسٹی  
لاہور میں اس نے کیڈٹ کالج کا نام روشن کیا اور کیڈٹ کالج نے اسے شہرت و  
عزت اور امتیاز بخشا۔ ایک عام ابدالین پر اسے یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ کچھ زیادہ ہی  
ابدالین تھا۔ مجھے پاکستان کے اس اولین کیڈٹ کالج کے بانی اساتذہ میں ہونے اور  
اپنے رفقاء کار کے ساتھ اسکی اسی روایت قائم کرنے کا شرف حاصل ہے۔  
اپریل 1954ء سے اپنی وفات 6 اگست 1970ء تک ارشد محمود کی  
مستقل رہائش اور مستقل پتہ کیڈٹ کالج حسن ابدال تھا۔ ان کے بھائی  
احمد منصور صدیقی (اب بٹوانا افریقہ میں تین ریٹائرمنٹ کے ساتھ) اور چھوٹے  
بھائی احمد رضا صدیقی (اب بریڈنگ فورس ایلے آئی۔ سی۔ ای۔ جی ایف) یہ  
راہ پینڈی) بھی ابدالین ہیں۔ اس کی بیوی انیس تھیں ہیں رہتی تھیں۔  
ارشاد محمود کو لکھنے والوں نے نمونے کا نوجوان بھی لکھا ہے۔

وہ ہر دلعزیز ہی نہیں تھا بلکہ اپنے اعلیٰ کردار سے اپنے دوستوں اور جاننے والوں کو جلد ہی متاثر کر دیتا تھا۔ وہ اپنے سے بڑوں کو اپنی جچی تلی مؤذبانہ باتوں سے اپنا مداح بنا لیا کرتا تھا۔ اس کے چہرے کی پڑ و قار مسکراہٹ ہر ایک کو اپنا گرویدہ بنا لیتی تھی جس کا ذکر اکثر لکھنے والوں نے کیا ہے۔ انجینئرنگ یونیورسٹی کے آخری امتحان سے پہلے طلباء کی طویل ہڑتال نے اسے بہت بے چین کیا۔ جو سیاسی جماعتیں طلباء کو ہڑتال پر اکسایا کرتی تھیں ان پر اپنا اظہار ناراضگی اس نے واشگاف الفاظ میں اپنی ڈائری میں کیا ہے۔ جسے اس کتاب کے انگریزی حصے کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

اسکی شہادت کو پورے ملک میں قومی نقصان قرار دیا گیا۔ کیڈٹ کالج حسن ابدال ارشد محمود صدیقی کی صلاحیتوں سے بخوبی واقف تھا اس لیے اسکی اس مادر علمی نے اس کی بے مثال طریقے سے یاد منائی:

۱۔ اسکی نماز جنازہ کالج اول (بیضوی) میدان میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ اسی صدیقی خانوادے کے ایک بزرگ کبیر الدین احمد صاحب نے پڑھائی۔

۲۔ اس کتاب کی طبع اول کے لیے کالج کے اس وقت کے انگریز پرنسپل مسٹر چپمن (MR. CHAPMAN) نے مختصر مگر انتہائی جامع تعارف لکھا۔

۳۔ انہی پرنسپل نے مرحوم کی یادگار قائم کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی جس کی سفارش پر کالج کے خرچ پر سنگ مرمر کی یادگار تعمیر کی گئی۔ اس یادگار پر ارشد کے ایک ابدالین رشتہ دار سید اظہر علی بخاری کا نام بھی کندہ ہے۔ کالج گیٹ میں داخل ہوتے ہی یہ یادگار نظر آتی ہے۔

۴۔ کالج کاہر پروفیسر مع اہل و اعیال اور دیگر ملازمین، تقریباً ہر کیڈٹ اور اسکے

والدین اور سینکڑوں سابق طلباء تعزیت کے لیے آتے رہے۔  
 ۵۔ کالج میں ایصالِ ثواب کے لیے تین مرتبہ قرآن خوانی ہوئی۔ چالیسویں پر  
 قرآن خوانی میں جن اساتذہ کرام اور طلباء اور دیگر افراد نے شرکت کی ان سب نے  
 کاغذ پر اپنے دستخط کئے۔ یہ دستخط کنز الآثار صدیقی کا حصہ ہیں۔ اس وقت کے طلباء  
 اب بڑے بڑے مناصب پر فائز ہیں۔ اس قرآن خوانی کے لئے جو نوٹس  
 نکالا گیا اسکی نقل بھی اسی کتاب میں کسی جگہ ملاحظہ فرمائیں۔

۶۔ کالج کے سابق پرنسپل مسٹر اے ڈبلیو ای ونگل نے یو کینڈا (افریقہ) سے  
 تعزیت کا خط لکھا۔ سو سے زیادہ اہل ایئر نے اندرون ملک اور بیرونی ممالک سے  
 تعزیت نامے بھیجے۔ لندن سے موجودہ پرنسپل عزیز القدر سید شاہباز نے خوب  
 کیے۔ استاذ اسلامیت و خطیب جمعہ حافظ ظہور احمد صاحب رسالہ "المدائح و التبلیغ"  
 نکالا کرتے تھے۔ اسکے حوالہ سے عزیز مزہب الفقار احمد چیمہ فرسٹ ایئر ان  
 پولیس برس آف پاکستان) نے "آوارشہد" کے عنوان سے یہ تعزیتی خط  
 لکھا۔

۸۔ انگریزی میں رسالہ دی اہلین کے شمارہ 25 اکتوبر 1970ء میں حاجی  
 طرف سے پورے صفحے پر شائع کیا گیا۔

## O B I T U A R Y

In memory of Ex-Cadet Arshad Mahmood Siddiqi

۹۔ کیڈٹ کالج حسن ابدال اولڈ وائز ایسوسی ایشن (جس میں بانی ہوں) نے انور  
 میں ایک پڑا، قار تعزیتی اجلاس منعقد کیا جس میں اولڈ وائز کے علاوہ ملک یہ



شہرت والے پانچ احباب نے تقاریر کیں۔ تمام تقاریر ٹیپ کی گئیں جو محفوظ ہیں اور اس کتاب میں پیش کی جا رہی ہیں۔

۱۰۔ مندرجہ بالا باتیں کیڈٹ کالج حسن ابدال کی تعلیمی و تربیتی تاریخ کا ایک حصہ ہیں۔ اسلئے اس کتاب کو ابدالیوں سے منسوب کرتا ہوں۔ ہماری اصطلاح میں ABDALIANS سے مراد وہ تمام عزیز ہیں جو اس عظیم درسگاہ میں پڑھ چکے ہوں یا پڑھ رہے ہوں۔

یہ کتاب 1970ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ اضافے کے بعد اس میں ہزار کے قریب سو گواروں کا ذکر ہے۔ ان میں سے کئی اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں باقی میں سے اکثر اس وقت طالب علم تھے اور اب ملکوں ملکوں میں پھیلے ہوئے بڑے بڑے کام کر رہے ہیں۔ کتاب پڑھنے والے کو یہ تو علم ہو جائیگا کہ اس وقت کون کیا تھا لیکن یہ تشنگی رہے گی کہ اب کیا ہے۔ ان کے موجودہ جاہ و منصب سے قطع نظر وہ میرے کرم فرما، احباب، رشتہ دار اور میرے عزیز ابدالین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔

منظور الحق صدیقی

کلمہ دسمبر 1999ء

مکان نمبر سی۔ اے۔ 241۔ اے

سیونتھ روڈ سیٹلائٹ ٹاؤن

راولپنڈی

## دیباچہ طبع اول

۶ اگست کی رات کو ۲ بج کر ۲۰ منٹ کے قریب پی آئی اے کا طیارہ (فوکر فرینڈ شپ اے پی، اے ایل ایم، ایف ۷۲، ٹائٹ کوچ، پرواز نمبر ۶۲۵) رتھور جات ہوئے راولپنڈی سے گیارہ میل کے فاصلے پر موضع روات میں پھٹ کر پاش پاش ہو گیا۔ اس کے عملے کے چار افراد اور چھبیس مسافروں میں سے کوئی نہ بچا۔

یہ حادثہ غیر معمولی نوعیت کا تھا۔ پی آئی اے کی تاریخ میں وہی مسافر بردار جہاز اس طرح کھیل کھیل نہیں ہوئی کہ اس کے پرزوں کے پھٹنے سے بول اور تمام مسافروں کی تکلیف ہوئی ہو۔ جہاں تک ہونے والوں کا قریب قریب قومی سطح پر منایا گیا۔ صدر پاکستان سے لیکر ایک عالمی تہ اندوہ میں ہو گیا۔ یاد نہیں پڑتا کہ پہلے کبھی ایسا ہوا ہو۔ ۷ اگست کے روزنامہ جنگ راولپنڈی کے پہلے صفحے پر اس کے بارے میں خبر لکھی نہ اشتہار۔ دوسرے روزوں کے ساتھ ساتھ آندھ آندھ عالمی سطح پر خبریں لکھی گئیں۔ تمام اخبارات میں یہی خبریں لکھی گئیں۔ اخبار کے ادارے لکھتا۔ اس حادثے میں جہاں تک ہونے والوں میں میجر افتخار احمد محمود بھی تھا۔ عمر بائیس سال سے مس۔ اسی پھولنی ہی عمر میں اس نے اپنی قابلیت اور روزگار کی بلندی سے وہ تمام حاسن حاصل کر لیا تھا۔ ہزاروں جاننے

والوں نے اسے قومی نقصان قرار دیا۔ ان جاننے والوں میں چند، و محترم ہستیاں بھی ہیں جن کی اصابت رائے کے لاکھوں پاکستانی اور غیر پاکستانی معترف ہیں۔ کیا بائیس برس کا ایک نوجوان اور وہ بھی آج کل کا اپنے پیچھے قابل تقلید مثالیں چھوڑ سکتا ہے۔ ابتدائے اسنام کو چھوڑتے ہوئے میری نظر سے اتنی سی عمر والے نوجوان کی سوانح عمری نہیں گزری۔

اس تحریر میں ایک باپ اپنا غم غلط نہیں کر رہا۔ یہ دنیا میں اتنا دکھا غم بھی نہیں کہ ایک کتاب لکھنے بیٹھ جاؤں۔ مدعا یہ ہے کہ شاید یہ موت زندگی کو سمجھنے اور سنوارنے میں کچھ مدد دے۔

مرحوم کی خوبوں کا بیان قلم روک روک کر کیا گیا ہے۔ اس سے کمیں زیادہ اسکی تعریفیں تو ہم اس کی زندگی میں کیا اور سنا کرتے تھے۔

تربیتہ اولاد ہر گھر کا مسئلہ ہے۔ شاید ان صفحات میں اس موضوع پر کچھ مفید اشارے مل جائیں۔ آج کے پاکستانی نوجوان کو اپنے بعض مسائل کا حل بھی اس میں مل جائیگا۔ اس رسالے میں آپ یہ بھی پائیں گے کہ میری قوم اب تک ہمدردی کے جذبات اور شاگرد احترام استاد سے محروم نہیں۔

کتابچے کا بیشتر حصہ سینکڑوں خطوط میں سے چند خطوط سے اقتباسات اور ٹیپ ریکارڈ کی ہوئی تقاریر پر مشتمل ہے۔ ہزاروں خواتین و حضرات تعزیت کے لئے آئے۔ کاش کہ میرے پاس کوئی ایسا آلہ ہوتا جو ان کے احساسات و جذبات محفوظ کر لیتا۔

منظور الحق صدیقی (یکم دسمبر ۱۹۷۰ء)

کیڈٹ کالج حسن ابدال

## تعارف

از

لیفٹیننٹ کرنل جے۔ ڈی۔ ایچ۔ چوپین

ایم بی ای۔ ایم۔ اے (آگن)

پرنسپل کیڈٹ کالج۔ حسن ابدال

اس کتابچے میں سابق کیڈٹ ارشد محمود صدیقی کے حالات میں بہت کچھ ملے گا۔ لکھنے والوں کا میر کی نسبت اس سے دیرینہ اور گہرا رابطہ تھا۔ انہوں نے اس کے کردار اور قابلیت کی واضح اور ہلوالہ انگیزہ تصویر کشی کی ہے۔ جہاں تک میر کی ذات کا تعلق ہے، مجھے اس کی طباع اور پرفارمنس پر فخر است چمکنا۔ شہید اور مفکرانہ نظر یہ حیات، عمل اور ذہانت، تمام نے اور پسندیدہ خیالات و اپنی گرفت میں لاکر ان میں سے بہترین کو اپنا لینے کی خواہش اور اس کی صورت میں پھیلی ہوئی مگر منتخب و پسیاں نمائی یہ ہیں۔ عملی میدان میں اس کی کامیابی غیر معمولی تھی اور یہ کارہائے عظیمہ کی ہیروئن تھی تھیں۔ ارشد انہو منظور ہوتا تو ہم ارشد کی نت نئی کامرانیوں کی بات بہت پختہ سنتے۔ (ترجمہ)

## ایک ازلی مسکراہٹ

(مقبول جمانگیر مدیر سیارہ ذاکست لائبر)

وہ ایک ازلی مسکراہٹ تھی۔ اب لہ فی بن چلی ہے۔ مگر میرے نماں خانہ دل میں اس مسکراہٹ کا حسن اور اس کا تصور افانی ہے۔ تو وہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ اسے وہ حاصل ہے۔ بعض افراد دنیا میں آتے ہیں۔ وہ ہم ہی جیسے انسان ہوتے ہیں۔ گوشت پوشت کے بنے ہوئے، مگر پھر بھی وہ ہم سے الگ ہوتے ہیں۔ ہمارے اور ان کے درمیان ایک عجیب سا پردہ ہر وقت حائل رہتا ہے۔ کچھ ایسا احساس خود بخود ذہن پر حاوی ہو جاتا ہے۔ جیسے یہ خاص افراد ہم جیسے عام لوگوں میں اجنبی اجنبی ہیں۔ کسی اور دنیا کے رہنے والے ہیں۔ ان کا تعلق کسی اور عالم سے ہے۔ یہ لوگ ہمارے لیے اللہ کا خاص انعام ہیں۔ یہی کیفیت میں نے ارشد کے بارے میں ہمیشہ محسوس کی۔ ایک خوشگوار رشک کی سی صورت۔ کاش میں بھی ایسا ہی ہوتا۔ مجھے اس خلیق نوجوان کی مسکراہٹ میں مسرتوں، انجانی خوشیوں، اعتماد اور خلوص کا بے پناہ خزینہ ملتا تھا۔ کبھی کبھی میں اس کے چچا شفاء اللہ صدیقی کی خدمت میں حاضر ہوتا تو ارشد سے ملاقات ہوتی۔ وہ لاہور میں اپنے انسی شفیق چچا کے ہاں رہتا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کا چہرہ روشن ہو جاتا اور وہ ازلی مسکراہٹ جو اس کے لبوں پر ہمہ وقت بھری رہتی، پھول برسائے لگتی۔ وہ نہایت کم گو تھا۔ یاد نہیں پڑتا میں نے کبھی اس کے منہ سے کوئی لایعنی جملہ یا

فضول بات سنی ہو۔ وہ اس نئی نسل کا نمائندہ بہ کثر نہیں تھا جو آج کل ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پرورش پا رہی ہے۔ میں نے ہمیشہ محسوس کیا کہ قدرت نے اس نوجوان کو خاص صلاحیتیں دے کر کسی خاص مقصد کے لیے اس دنیا میں بھیجا ہے۔ چنانچہ میں جب بھی اس سے ملتا، ایک ناقابل بیان فخر و انجمنہ سے میرا سینہ بھر جاتا۔

حادثے سے چند روز قبل وہ میرے پاس دفتر میں آیا تھا اور دیر تک اپنی مسکراہٹیں بکھیرتا رہا۔ کیا معلوم تھا کہ یہ آخری ملاقات ہے ورنہ میں اسے جانے نہ دیتا۔ مگر جانے والے ہمیں رکا کرتے ہیں۔ انہیں کوئی نہیں روک سکتا۔ وہ جس طرح آتے ہیں۔ اس طرح چلے جاتے ہیں۔

سلام اس باپ پر جس کا ہونہار اور وقت پر اس سے تپہن یہاں اس نے صبر کا وہ مظاہرہ کیا جو ایک مرد مومن کا طرز امتیاز ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کی امانت تھی اس نے واپس لے لی۔ اس کے ہاتھوں میں ہوا پھانسی۔ سلام اس ماں پر جس کے لہنت جگر و روتوں سنکھائیں زمین نشین کی مہر اس نے آہو بکا نہ کی، سلام ان بہنوں پر جن کا پیراجہانی انہیں تھی انہوں نے اسے ہا اور سلام اس بیچا پر جو بیچے کو جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ اور اب میں کے بیچا ہوں تو احساس ہوتا ہے کہ اس نے اس کی تمام مسرتیں تپہن دی ہیں۔ وہ اسے دل بستہ بولتا ہے مگر جو جاننے والے ہیں، وہ خوب جانتے ہیں۔ اس کا دل اللہ کے خون ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشد شہید کے درجات بلند فرمائے اور تمام سونواروں کو حوصلہ اور ہمت عطا کرے کہ اس نوجوان امانت اسی ہے برداشت کر میں۔

## ہاں اے فلک پیر جواں تھا ابھی ارشد

اکیس سال کی عمر میں وہ انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور کے بی ایس سی  
مکینیکل کے آخری امتحان میں فرسٹ کلاس فرسٹ آیا۔ تین مضامین میں امتیاز  
حاصل کیا اور دو گولڈ میڈل پائے۔

اس امتیاز پر اس کے اساتذہ کرام اور دوست، میرے احباب اور شاگرد  
سب کو خوشی ہوئی۔ کیڈٹ کالج حسن ابدال کو فخر تھا کہ اس کا ایک فارغ التحصیل  
یونیورسٹی میں اول آیا ہے۔ اس کے پرائمری کے اساتذہ کرام اس کا میاں کو اپنی  
سر بلندی سمجھتے تھے۔ ہمارے خاندان (اولاد زبدا الاولیا حضرت قاضی قوم الدین  
رہتھی) کے تمام افراد بھی اپنے اپنے حلقہ احباب میں فخر سے سراونچائے کہتے  
پھرے کہ ہمارے عزیز یونیورسٹی میں اول آیا ہے۔

اس کے بھائیوں اور بہنوں کی خوشی کا تو ٹھکانا ہی نہ تھا۔ اس کے  
والدین اپنی ذمہ داریوں سے عمدہ براہونے پر حضور خداوندی میں سجدہ ریز  
ہوئے۔ لوگ مبارکی کے لئے آئے۔ بہت سے تار اور خطوط آئے۔ گھر کی ہر شے  
خوشی میں رقصاں نظر آرہی تھی۔ دو من لڈو تو صرف کیڈٹ کالج میں تقسیم  
کئے گئے۔

مبارکبادیوں اور خوشیوں کے اس ہجوم میں اس کی اپنی کیفیت کیا تھی؟

۱۲ اکتوبر ۱۹۶۹ء کو اس کے عزیز دوست غلام اکبر کاتار نوید مسرت لایا۔ پڑھ کر

کہنے لگا۔ کسی نے مذاق نہ کیا ہو۔" اپنی محتاط طبیعت کے مظاہرے پر اس کا رنگ اڑتے دیکھا تو گویا ہوا "پرچے تو اچھے ہوئے تھے۔ میرا بھی یہی اندازہ تھا۔" اگلے روز اس خبر کی تصدیق ہوئی تو اس نے شکرانے کے دو نفل ادا کئے۔ یہ اس کی زندگی میں سب سے بڑی خوشی کا دن تھا مگر ہم نے دیکھا کہ وہ مارے خوشی کے آپے سے باہر نہیں ہوا اور نہ اس نے ہمیں خوشی میں لگن دیکھ کر اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کوئی مطالبہ کیا۔ خوشی، غم اور غصہ یہی تین موقعے ہیں جب انسانی سیرت کی گہرائی اور ہر راز چہرے پر لکھا جاتا ہے۔

نتیجے کے بعد وہ صرف نو مہینے نو دن زندہ رہا۔ اس عرصے میں جو بھی ناواقف حال ملنے آیا ہم نے زبردستی اس کے کانوں میں یہ خوشخبری ڈالی۔ عزیز واقارب پر اطلاعی خطوط کی بارش کر دی۔ جہاں تک مجھے علم ہے کسی نے کرید کر کے پوچھ ہی لیا ہو تو اور بات ہے اس بندہ خدا نے خود کسی کو نہیں بتایا کہ میں اول آیا ہوں۔ اس کے انتقال کے بعد اس کی ڈائری دیکھی۔ اس اقتیاز کے بارے میں اس میں ایک لفظ بھی نہیں۔ کس نفسی اور باطنی حالت (MODESTY) کی مثالیں پڑھی تو بہت تھیں مگر یہ ایک اپنی آنکھوں سے آئی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ مردوم کی نگاہ جس بندہ مقام پر تھی تھی اس کی پہلی سیڑھی طے ہوئی تھی۔ پتہ ماحول کا اثر بھی تھا۔ اپنی شہرت کے سزا کرنا اس کا خاندانی وصف ہے۔ اس کی والدہ سے پڑا اولاد حضرت شاہ محمد اسماعیل مہمی (شمید جنگ آزادی ۱۸۵۷ء) کے برادر بزرگ ہادی بیانہ حضرت شاہ محمد رمضان شمید (۱۸۲۵ء) نے وصیت فرمائی تھی۔ ع



اپنی شہرت سے سدا کرنا حذر

یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ کیڈٹ کالج کے لئے (جس میں اس نے پانچ سال تعلیم پائی اور جس میں اس کا گھر تھا) اور اس کے خاندان کے لئے یہ امتیاز نیا نہ تھا۔ اس کالج کے کئی سابق طلباء یونیورسٹیوں میں اول آچکے ہیں۔ اس کے آباؤ اجداد میں سیدنا وجدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ تک کوئی ان پڑھ نہ تھا بلکہ اکثر اپنے اپنے عہد کے جید عالم تھے۔ ارشد سے اوپر کی سولہ پشتوں کی تحریریں اور دستخط تو بار بار کی تباہیوں کے باوجود اس کے گھر میں محفوظ ہیں۔ پھر اس سے دو سال پہلے ہی تو اس کی بہت ہی قریبی رشتے دار سعدیہ صدیقی بنت الحاج مولانا حکیم ابرار الحق بن طوطی ہند حضرت مولانا اسرار الحق (جن کے ہاتھ پر پانچ سو غیر مسلم ایمان لائے تھے) کراچی یونیورسٹی کے ایم اے پولیٹیکل سائنس کے امتحان میں فرسٹ کلاس فرسٹ آئیں تھی اور ارشد کی والدہ کے تایا خان بہادر پیر زادہ محمد حسین عارف بھی تو پنجاب یونیورسٹی کے اولین ایم اے فارسی (۱۸۸۳ء) اور فرسٹ کلاس فرسٹ تھے۔

علمی شغف

اگر بچوں کو بڑی عمر میں مدرسے بھیجا جائے تو وہ عموماً بد شوق ہو جاتے ہیں۔ مگر ہمیں پرائمری سکولوں کے ماحول سے کچھ حسن ظن نہ تھا۔ ارشد ہمارا دوسرا بچہ تھا اس لئے اس کی والدہ بخوبی گھر پر اسے پڑھا سکتی تھیں۔ اس کے بڑے

136956

بھائی احمد منصور کو نماز یاد کرایا کرتی تھیں۔ میں اس سے ایک دن نماز سننے بیٹھا۔ ارشدینچ میں بول اٹھا۔ میں سناؤں اور اس نے فر فر نماز سنا کر ہمیں حیران کر دیا۔ اس وقت اس کی عمر تین سال تھی۔ انہی دنوں اس نے مولانا جائی کی نعمت "نسیما جانب بطنی نزلت"۔

یاد کر لی۔ اسی عمر میں اس نے قاعدے کا تقاضا کیا۔ چنانچہ اسے قاعدہ، تختی اور قلم دوات دلا دیں۔ اس حملوں نے طور پر سال بھر تک پتہ ایسا ہوتا رہا۔ "ارشد محمود! تختی پہ یہ کیا کیتے گا اورے بنارہے ہو؟" عربی کا قاعدہ پڑھنے سے وہ چار سال کی عمر میں ہی حروف کو جوڑ کر چھوٹے چھوٹے الفاظ بنانے کے قابل ہو گیا۔ ہماری کبھی خواہش نہیں ہوتی کہ جو کچھ ہمیں آتا ہے وہ سب اس کے دماغ میں جلد از جلد ٹھونس دیں۔ البتہ وہ اپنے شوق سے جو کچھ پوچھتا اس میں والدہ اس سے کبھی گریز نہ کرتیں اور اپنی ہر مصروفیت پر اس کے شوق تعلیم، ترجیح دیتیں۔ چھ سال کی عمر میں اسے دن تک پہاڑ سے یاد ہو گئے۔ وہ ترقی، تفریق اور اس تک کی ضرب کے سوال کر لیتا اور وہ ساری کی کتاب سے ماہر ہو جاتا۔

ارشد سے مشورہ کر کے لٹے پیا۔ وہ بغیر داخل ہو کے پندرہ روزہ کی جماعت میں بیٹھ جائے۔ سالانہ امتحان اور وہ اس کے ساتھ دے۔ اس کے ساتھ ہی لے جائے تو تیسری جماعت میں داخلہ لے لے۔

اس کی والدہ کی عادت تھی کہ وہ مشی نماز پڑھ کر وہ ہاتھی تھیں۔ یہ بر خورداران دنوں کیارہ کیارہ اور بھی تھی بارہ بے تک اونٹے رہتے اور پونٹے رہتے۔ اس کی والدہ کی آنکھ کھلتی تو یہ پیش بندی کرتے "اے جان ہونا سورہی تو"

نہیں، پڑھنا اچھا ہوتا ہے نا" اس طرح وہ ساڑھے چھ سال کی عمر میں تیسری جماعت میں داخل ہو گیا۔

دو سال بعد اس نے پرائمری کے وظیفے کا امتحان دیا۔ امتحان کیمبل پور میں تھا۔ وہاں جانے سے کچھ دیر پہلے خاموشی سے اپنی والدہ کے پیچھے پیچھے پھرتا رہا۔ باورچی خانے میں گئیں تو سامنے آکر کہنے لگا۔ امی جان آپ اتنا فکر کیوں کر رہی ہیں۔ کیمبل پور تک ہی تو جاؤں گا۔ بس آپ دعا کرتی رہیں۔ حالانکہ اس کی والدہ قطعی فکر مند نہیں تھیں۔

پرائمری کے امتحان میں وظیفہ لے کر گورنمنٹ ہائی سکول میں داخل ہو گیا۔ وہاں دو سال تعلیم حاصل کر کے آٹھویں جماعت میں کیڈٹ کالج حسن ابدال میں داخل ہو گیا۔ یہاں وہ پانچ سال (۱۹۶۰ء-۱۹۶۵ء) ہوٹل میں رہا۔ تعلیم و تربیت کے اعتبار سے اس کالج کو یورپ کے بہترین پبلک سکولوں کے مقابلے میں رکھا جاسکتا ہے۔ یہاں سے اس نے لاہور بورڈ کے دسویں اور بارہویں جماعت کے امتحانوں میں وظیفے لیے۔ انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں بھی وہ چار سال (۱۹۶۵-۶۹ء) ہوٹل میں رہا۔ یہاں سے امتیازی کامیابی حاصل کرنے کے بعد اس پر دھن سوار ہوئی کہ کسی ترقی یافتہ ملک میں اعلیٰ تعلیم پائے۔ اس کے لئے اس نے جرمن زبان سیکھنا شروع کی اور متعدد یونیورسٹیوں میں داخلے کی درخواستیں بھیجیں۔ یہی طلب علم تھی کہ وہ سڈنی یونیورسٹی کے ایک وظیفے کے سلسلے میں لاہور سے انٹرویو کے لئے آسٹریلیا ہائی کمیشن میں اسلام آباد آیا اور واپسی میں جاں بحق ہو گیا۔

## کرمِ کتابی نہ تھا

امتحانوں میں اس کی نمایاں کامیابی کا راز یہ نہیں تھا کہ وہ امتحان کے قریب دن رات ایک کر دیا کرتا تھا۔ وہ پڑھائی پر مناسب وقت صرف کرتا مگر تمام سال جماعت میں جو کچھ پڑھتا اسے ہوٹل میں آکر دہرایا کرتا۔ آج کا کام کل پر نہ مالتا تھا۔ بلکہ کبھی کبھی کل کا کام بھی آج ہی کر لیا کرتا تھا۔ بڑی بات یہ تھی کہ وہ اپنے آپ کو طالب علم سمجھتا تھا۔

غیر نصابی کتابوں میں اسے ناول اور افسانے سے رغبت نہ تھی۔ شاید اسے پس شعر بھی یاد نہ تھے۔ اسے کوئی فلمی گانا یاد نہ تھا۔ قرآن اور دیگر مذہبی کتب کا مطالعہ کرتا۔ اخبار اور رسائل باقاعدگی سے پڑھتا۔ چوتھی جماعت میں تھا کہ عالمی یوم اطفال کے موقع پر اپنے مدرسے بہترین مقرر قرار دیئے گئے۔ اس پر اس کا نام پہلی مرتبہ اخبارات میں شائع ہوا تو اس کی خود اعتمادی میں اضافہ ہوا۔ بچپن میں نچلا بیٹھنا اس کی فطرت کے خلاف تھا۔ لیڈے کاغذ میں اسے سے پہلے ہی اس کے بیس ناخنوں میں سے ایک بھی پیدائشی نہ تھا۔ سب ایسا یہ کر کے ٹوٹ چکے تھے۔ کبھی دیوار سے ٹرتا تو کبھی وائر پر چڑھتا۔ چہلنے اتارنے میں دقت پیش آتی تو کسی آس پاس کھڑے ہوئے سے ہرگز مدد نہ مانگتا بلکہ "یا اللہ مدد" کہ کر خود اپنی مشکل کشائی کر لیتا۔ پہلوں کے تھیلوں میں کسی کی بیڈری تسمیر نہ کرتا اور اگر اسے مجبور کیا جاتا تو بڑی جلدی سے کہتا "میں خود بیڈر ہوں"۔

کیڈٹ کالج میں پہلے ہی سال کے باقی کے مقابلے میں حصہ لیا اور اگلے سال اورنگ زیب ونگ (اس کے ہوٹل کا نام) کی فٹ بال اور باسکٹ بال جوئیئر ٹیموں کا اہم کھلاڑی اور جوئیئر ہاکی ٹیم کا کپتان تھا۔ بارہویں میں وہ اقبال ونگ میں تھا تو کالج میگزین کا ایڈیٹر بنا دیا گیا۔ کیرم اور ڈرافٹس کا اچھا کھلاڑی تھا۔ انٹر کیڈٹ کالج سپورٹس ٹورنامنٹ میں شطرنج کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا اور پاکستان انٹرنیشنل فورس کے کمانڈران چیف ایمر مارشل اصغر خان کے ہاتھوں انعام پایا۔ دوڑوں میں بھی حصہ لیتا تھا۔ انجینئرنگ یونیورسٹی میں تین سال لگا تار یہ اور اس کے دو ساتھی چار ٹنگی دوڑ میں اول آتے رہے۔ انجینئرنگ سوسائٹی کا نائب صدر بھی تھا۔ سکیٹنگ کا شوق تھا۔ اپنی وفات سے چار مہینے پہلے دریائے راوی میں خودکشی چلا کر اپنی والدہ کو سیر کرائی۔ سیر و تفریح کا بھی معقول حد تک شوق تھا۔ محدود وسائل ہوتے ہوئے بھی کراچی سے سوات اور تورخم بلکہ اس سے بھی آگے کابل اور کابل سے اسی میل شمال میں سالنگ سرنگ (سطح بحر سے تیرہ ہزار فٹ بلند) تک گیا۔ مری کی برفاری میں برفانی انسان بنانے میں بڑی خوشی محسوس کرتا تھا۔

" وہ ایک ذہین اور وجیہہ جوان تھے۔ انکی نیچین آنکھیں نہ جانے کس سفر پر جانے کے لیے بیتاب رہتی تھیں۔ وہ شطرنج کھیل رہے ہوتے تو یوں محسوس ہوتا کہ مہرے ان کے اشاروں پر رقص کر رہے ہیں۔ کسے احساس تھا کہ ایک دن وہ خود ایک بے بس مہرے کی طرح فطرت کے ہاتھوں پٹ جائیں گے "

پنجم ماہ ۱۹۷۰ء انجینئرنگ یونیورسٹی میگزین

اس میں کاہلی اور سستی نام کونہ تھی۔ خط کا جواب فوراً دیتا۔ گھر میں کوئی چیز بے جگہ پڑی دیکھتا تو اسے خاموشی سے مناسب جگہ پر رکھ دیتا۔ جب بھی کچھ عرصے کے لئے گھر آتا تو تصویروں کا البم ضرور ٹھیک کرتا۔ پڑھنے بیٹھتا تو پہلے کپڑا لے کر تمام کمرے کو جھاڑتا پھر قرینے سے کتابیں رکھ کر پڑھنے بیٹھ جاتا۔ پڑھائی سے فارغ ہوا تو کسی چیز کو ٹھوکنے پینے بیٹھ جاتا۔ کبھی کسی چیز پر روغن کرتا، کبھی مرغیوں کا ڈبّا بناتا۔ ہر روز پودوں کو پانی دیا کرتا۔

ملازمت کے بعد بھی جو توں پر پالش خود کرتا۔ اپنی قمیض اور بنیان خود دھو کر استری کرتا۔ دفتر ہمیشہ پیدل جاتا۔ اس کے سپرد کام کر کے ہم ہمیشہ بے فکر ہو جاتے تھے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اس نے عدیم الفرستی کا عذر کیا ہو۔ یونیورسٹی میں وہ میکینیکل انجنیرنگ کی ڈیزائن شاخ کا طالب علم تھا۔ پروجیکٹ میں اس نے ہوور کرافٹ کا ڈیزائن بنایا۔ یہ ڈیزائن کتابی شکل میں میرے پاس ہے۔ اس کے دیباچے میں اس نے لکھا

" میری یہ سب سے بڑی خواہش تھی کہ میں اسلی

ہوور کرافٹ بناوں "

اس ڈیزائن میں اس نے بڑے لگانے کا ایک ایسا نیا اور آسان طریقہ تجویز کیا جو اس وقت تک کسی ہوور کرافٹ میں استعمال نہیں ہوا تھا۔ اس وقت ہوا صرف تین سال کا تھا۔

## آخری بارہ گھنٹے

۵ اگست کو اسلام آباد میں آسٹریلوی ہائی کمیشن میں انٹرویو سے فارغ ہو کر ارشد محمود پونے دو بجے حسن ابدال پہنچ گیا۔ اپنی بہن ربیعہ ثروت کے لیے کلانی کی گھڑی لایا، کیونکہ وہ دسویں جماعت کے بورڈ کے امتحان میں وظیفے کے نمبر لے کر کامیاب ہوئی تھی۔ چھوٹی - ہنوں تابندہ اور عین البدر کے لئے کھلونا پستول اور نشانہ لگانے کے لیے لکڑی کی چڑیاں لایا۔ بہنیں باغ باغ تھیں کہ بھائی اپنی کمائی سے تحفے لایا ہے۔ باقی دن گھر میں ہنسی خوشی گزارا۔ اس کی والدہ کو علم ہوا کہ رات کے ہوائی جہاز سے لاہور جانے کا ٹکٹ ساتھ لایا ہے تو وہ فکر مند ہو گئیں، حالانکہ وہ پہلے بھی ہوائی سفر کر چکا تھا اور میں نے بھی چند بار راولپنڈی لاہور کے درمیان ہوائی سفر کئے تھے۔ پہلے انہیں کبھی بے چینی نہیں ہوئی تھی۔ اس روز ان کی چھٹی حس خطرے کا اشارہ کر چکی تھی۔

نماز مغرب کے بعد اس کی بہنوں نے اصرار کیا کہ تالاب پر جا کر تیرنا سیکھیں گے۔ وہ تیار ہو کر انہیں لے جانے لگا تو ان کی والدہ کو ہجوم و سادس نے گھیر لیا۔ نجانے تالاب میں بچہ ڈوب نہ جائے حالانکہ وہ تالاب میں گزشتہ تیرہ چودہ سال سے تیرتا رہا تھا۔ زبان سے تو کچھ نہ کہا۔ ہم دونوں بھی ساتھ ہو لیے۔ وہاں جا کر تالاب کو خشک پایا تو انہیں اطمینان ہوا۔

تالاب سے سیدھے اظہر علی بخاری شہید کے گھر گئے۔ وہاں سے

رخصت ہوتے وقت اظہر کے نانا اور اپنے ماموں جان پیر زادہ مصباح الدین احمد (ریٹائرڈ پی ای ایس) سے درخواست کر کے اپنے سر پر ہاتھ پھر وایا۔ گھر آکر کھانا کھایا، عشاء کی نماز پڑھی اور سو گیا۔ ساڑھے دس بجے اسے جگایا۔ پندرہ منٹ میں تیار ہو کر وہ گھر سے چل پڑا۔ اس کی والدہ خدا حافظ کہنے باہر تک گئیں۔ گھر کے آگے ایک وسیع لان تھا۔ اس میں سے ہو کر جانے لگا تو اس کی والدہ نے کہا۔ "برسات کے موسم میں کیڑے کانٹے کا خطرہ ہوتا۔ ادھر سے نہ جاؤ۔" وہ بلا تامل پلٹا اور بغلی راستے سے چلا گیا۔ اس کی والدہ کہتی ہیں کہ بار بار خیال آیا کہ ہوائی جہاز کے سفر سے روک دوں مگر زبان سل گئی۔ یہی سوچا کہ آئے دن بسوں کے حادثے ہوتے رہتے ہیں۔ نوج دور پاراگراسی کی بس کو حادثہ پیش آگیا تو خدا کو کیا منہ دکھاؤں گی۔

چارپائی پر لیٹیں تو بے کلی رہی۔ کبھی موسم کی خرابی سے دل ڈوبنے لگتا، کبھی خیال آتا کہ اڈے تک جاتے ہوئے کوئی اتے لوٹ نہ لے اور زخمی کر کے چتائے۔ رات کو ڈھائی بجے کے قریب سوتے سوتے انہوں نے محسوس کیا کہ کسی نے جھنجھوڑ کر اٹھا دیا ہے۔ وہ کمر کے عالم میں اٹھ کر فرش پر گھڑائی ہو گئیں اور کچھ دیر ادھر ادھر شملتی رہیں۔ دوسرے کمرے میں گئیں اور پھر آ کر ریٹ گئیں۔ یہ وہی وقت تھا یا اس سے دس پندرہ منٹ بعد کا جب ارشد ہوئے جانے اور جہاز پھٹ کر پاش پاش ہوا تھا۔



## بد خبری اور تدفین

ہم نے صبح پونے سات بجے ریڈیو پاکستان سے اردو میں خبریں سنیں اور اطمینان کا سانس لیا کہ کسی حادثے کی خبر نہیں۔ صبح آٹھ بج کر پینتیس (۳۵) منٹ پر پی آئی اے راولپنڈی نے ٹیلیفون پر اطلاع دی کہ جہاز کو حادثہ پیش آگیا ہے اور سب مسافر ہلاک ہو گئے ہیں۔ یہ خبر اس کی بہن ربیعہ ثروت نے سنی اور آ کر اپنی والدہ کو سنائی۔ مجھے ان سے یہ پوچھنے کی کبھی جرات نہیں ہوئی کہ یوں اچانک متاع زندگی لٹ جانے کی خبر سن کر ان کی کیا حالت ہوئی تھی۔ میں سودا سلف لینے بازار گیا ہوا تھا۔ اظہر شہید کے بھائی ظفر علی بخاری نے وہیں جا کر مجھے یہ خبر سنائی۔ مجھ پر خدا کی رحمت ہے کہ خبر جتنی وحشت ناک ہوگی اتنا ہی زیادہ میرا ذہن پر سکون اور مستعد ہو جاتا ہے۔ خبر سنتے ہی گھر کی طرف تیزی سے قدم بڑھے۔ دس قدم بھی نہ چلا ہوں گا کہ خیال آیا "ان اللہ مع الصابرين" کو آزمانے کا اس سے نادر موقع ہاتھ نہیں لگ سکتا۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ خدا صابروں کے ساتھ کس طرح ہوتا ہے۔ میں، میری اہلیہ، بہن ربیعہ ثروت اور اظہر شہید کے والدین گیارہ بجے جائے حادثہ پر پہنچ گئے کیا دیکھتے ہیں کہ جہاز کے پرزے ہر طرف بکھرے پڑے ہیں۔ بلکہ پرزوں کے پرچے اڑے ہوئے ہیں۔ ہمارے پہنچنے سے پہلے انسانی اعضاء سمیٹ کر ہسپتال پہنچا دیئے گئے تھے، مگر کہیں کہیں انسانی گوشت کی بوٹیاں اور خون نظر آرہا تھا۔ اس سے بچتے بچاتے ہم خدا کی بے نیازی کا نظارہ کرتے پھرے اور اس تلاش میں



جائے حادثہ پر ارشد کے والدین، بہن اور بیگم منجاری

رہے کہ مرحوم کی کوئی نشانی مل جائے۔ ایک گھنٹے کے بعد اس کے پاؤں کا ایک جوتا دکھائی دیا۔ جس کے آٹھ انچ ٹانگے ادھرے ہوئے تھے۔ ربیعہ ثروت نے اسے اٹھایا اور اس کی بخوبی شناخت ہو گئی۔ اس کے ہاتھ سے اس کی والدہ اور ان سے پیغم بخاری نے لیا ہی تھا کہ ٹیلیویشن کیمرے نے فلم بنالی اور ایک پریس فوٹو گرافر نے تصویر کھینچ لی۔ اس میں دائیں طرف مرحوم کی والدہ کھڑی ہیں اور بائیں طرف شاید وہی مقام ہے جہاں کچھ دیر پہلے ہمارے لخت جگر کے جسم کے اعضاء پڑے ہوئے تھے۔ یہ تصویر ٹیلیویشن پر دکھائی گئی اور ۱ اگست کے اخبارات میں شائع ہوئی۔ بعد میں مجھے یہ تصویر دیتے وقت روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی کے ایڈیٹر ہدایت اختر صاحب نے میرے احتجاج کے باوجود اس کی پشت پر یہ شعر لکھ دیا۔

۴

اس کی بربادی کا اندازہ اسی سے پوچھیے  
 لٹ رہا ہو جس کا گھر اپنی نظر کے سامنے  
 اپنے جلیل القدر فرزند کے مقتل سے ہم سنٹرل گورنمنٹ ہسپتال  
 مری روڈ پہنچے سب کو پیچھے چھوڑ کر ہسپتال کے ایک ملازم کے ساتھ میں اس  
 کمرے میں گیا جس میں لاشیں رکھی تھیں۔ نامکمل لاشوں اور اعضاء انسانی کے  
 تین انبار لگے ہوئے تھے۔ سات منٹ تک اپنے لخت جگر کے ٹکڑوں کی شناخت  
 کی ناکام کوشش کرتا رہا۔ میرھے ساتھ ہسپتال کا جو ملازم اندر گیا تھا یہ منظر  
 برداشت نہ کر سکا اور باہر نکل آیا۔ اب ان اعضاء جسمانی کے ساتھ میں  
 تنہا اندر تھا۔ نہیں! میرا خدا بھی ساتھ تھا۔ سات منٹ کے اس عرصے کی

روداد بیان کرنے کا ڈھنگ جانتا ہوں۔ مگر اسے پڑھ کر قارئین گرامی مکدر ہوں گے، جو مجھے گوارا نہیں۔ بس اللہ کے حضور یہی عاجزانہ التجا ہے کہ کسی باپ کو یہ وقت نہ دکھائے۔

کمرے سے باہر نکلا تو سینکڑوں رشتے داروں اور احباب کو کھڑے پایا۔ کچھ دور چلا تو پی آئی اے کے ڈپٹی مینجنگ ڈائریکٹر ایئر کموڈور سعید اللہ خان سے ملاقات ہوئی۔ انہیں ارشد کا علم ہوا تو آبدیدہ ہو گئے۔ بعد میں جب تعزیت کے لئے حسن ابدال گھر آئے تو انہی کی زبانی علم ہوا کہ ایئر کموڈور موصوف ان لاکھوں پاکستانیوں میں سے ایک ہیں جن کے اجداد صدیوں پہلے راقم الحروف کے اجداد کے ہاتھ پر ہندو سے مسلمان ہوئے تھے۔

یہاں سے ہمیں سنٹرل گورنمنٹ ہسپتال راولپنڈی کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ کرنل خضر حیات خان اپنے گھر لے گئے جہاں ہم نے ظہر کی نماز پڑھی کر کھانا زہر مار کیا اور پھر رات کے وقت حسن ابدال پہنچ گئے۔

ارشد کا بڑا بھائی احمد منصور حبیب بنک کے کمپیوٹر ڈویژن میں کام کرتا تھا۔ وہ کراچی سے پی آئی اے کی ٹائٹ کوچ سے راولپنڈی اور وہاں سے اس کے ذریعے حسن ابدال پہنچ گیا۔ اس قدر دلیر اور حقیقت پسند ہے۔ صرف ۲۰ گھنٹے پہلے ہی تو اس کا چھوٹا بھائی ارشد اسی نوکرفرینڈ شپ کے ایک جہاز سے لاہور پہنچا تھا۔ ارشد کے چھوٹے بھائی احمد رضا کو اسی روز شام ۱۰ بجے حادثہ ہوا۔ پشاور میں علم ہو گیا تھا۔ اگلے روز اس کا انجینئرنگ سال دوم کے سالانہ امتحان کا ایک پرچہ تھا۔ پشاور یونیورسٹی کے ہوسٹل نمبر ۹ کے کمرے نمبر ۱۰۔ اس میں ایسے

منصور جب یہاں سے گئے تھے بالکل خاموش تھے۔ انہوں نے بھی جس صبر اور استقلال کا مظاہرہ کیا میں اس کی داد دیتا ہوں۔

مقصود حسن صدیقی۔ کراچی

تن تنہا وہ رات اس نے کس طرح گزاری ہوگی! اگلے روز پرچے کے بعد وہ حسن ابدال آ گیا۔ احمد منصور اور احمد رضا نے جس پامردی سے اس کوہ غم کو سما میں بھی اس سے مرعوب ہو گیا۔ ان دونوں کی آنکھوں میں میں نے آنسو

نہیں دیکھے، تنہائی میں انہوں نے جو دریا بہائے ہوں گے ان کا میں نخولی اندازہ کر سکتا ہوں۔ ے اگست کو گھر کے سامنے پلاٹ میں شامیانے لگا دیئے گئے تعزیت کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ ساہی حسن ابدال ٹوٹ پڑا۔ باہر سے بھرت احباب اور رشتے دار آئے۔ ساڑھے پانچ بجے پی آئی اے کی گاڑی میں وہ تابوت لیکر حسن ابدال پہنچے، جس میں ارشد یا ارشد ہی جیسے کسی ماں کے لعل کی لاش کے ٹکڑے تھے۔ کیڈٹ کالج حسن ابدال کے اوول (بیضوی میدان) میں پیرزادہ کبیر الدین احمد صدیقی نے نماز جنازہ پڑھائی اور مغرب سے پہلے ہم اپنی تمناؤں کو کالج کے سامنے قبرستان میں اظہر شہید کے دادا جان سید احمد علی مخاری مرحوم ایسے ولی اللہ کے دائیں پہلو میں دفن کر کے گھر آ گئے۔

## شہدائے روات کے لواحقین کا اجتماع

اپنے گھر کی حالت دیکھ کر رہ رہ کر خیال آیا کہ حادثے میں جان بحق ہونے والے ۲۹ اور ہیں۔ شاید میرے جانے سے ان کے لواحقین کا غم کچھ باکا ہو جائے۔ چنانچہ میں ۱۰ اگست کو راولپنڈی اور ۲۲ اگست کو پشاور گیا اور گھر گھر جا کر تعزیت کی۔ ۱۱ اگست کے اخبارات میں جلسہ کا اعلان کرادیا۔ ۱۶ اگست کو میاں محمد ابراہیم کی کوٹھی واقع ۱۳۱ اصغر مال سکیم راولپنڈی میں جلسہ ہوا۔ حاضرین کی تعداد ۶۱ تھی۔ جلسہ تین گھنٹے تک رہا اور تمام کاروائی ٹیپ ریکارڈ کی گئی۔ آغاز ریڈیو پاکستان کے قاری غازی اللہ صاحب نے کیا۔ آپ نے سورہ بقرہ کی ۵۳ آیت شروع کر کے صرف پانچ آیات کی تلاوت کی، یہی تلاوت حاصل جلسہ تھی۔ بعد میں، میں نے سینکڑوں دفعہ سنا اور سینکڑوں کو سنایا۔ اس کے ایک ایک لفظ پر غور کیا جائے تو کوئی مصیبت مصیبت نہیں رہتی اور اگر صبر کیا جائے تو رحمت ان جاتی ہے۔ تلاوت کے بعد میں نے اپنی افتتاحی تقریر میں اس جلسے کی غرض و غایت بیان کی۔

### افتتاحی تقریر

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سامعین گرامی! میں صمیم قلب سے آپ کا ممنون ہوں کہ میری

دعوت پر آپ یہاں جمع ہوئے اور ایسے حالات میں کہ گھر میں سینکڑوں رشتے دار جمع ہوں اور تعزیت کو آنے والوں کا تانا بندا ہوا ہو۔

حضرات میں معذرت خواہ ہوں کہ تمام شہداء کے لواحقین کو فرداً فرداً دعوت نامہ نہ بھیج سکا۔ کوشش کے باوجود سب کے پتے نہ مل سکے تو اے پی پی سے اخبارات میں اعلان کروایا۔ ڈان، پاکستان ٹائمز اور نیو ٹائمز نے وقت کے سوائے باقی بیان شائع کیا۔ چند اردو اخبارات نے بھی اس بیان کا کچھ حصہ شائع کیا مگر اس طرح کہ بے معنی ہو کر رہ گیا۔ مثلاً ایک اخبار نے میرے انجینئر فرزند کو ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر راولپنڈی اور میرا نام منظر الحق صدیقی لکھا اور جس مکان پر یہ اجتماع ہو رہا ہے اس کا پورا پتہ نہیں دیا۔ یہی وجہ ہے کہ کئی شہدائے روات کے لواحقین اس اجتماع میں شرکت نہ کر سکے۔ لہذا اس اجتماع کو اس سلسلے کا پہلا اجتماع سمجھنا چاہئے۔

دل فگار سامعین! پی آئی اے نائٹ کوچ کا حادثہ روات اس قدر المناک تھا کہ تمام ملک کلیجہ تھام کر رہ گیا۔ ہم میں سے ہر ایک کو تعزیت کے ہزاروں تار اور خطوط موصول ہوئے۔ ہزار ہا عزیز واقارب، دوست احباب اور واقف ناواقف تعزیت کے لئے آئے اور جو کروڑوں ہم وطن ہم تک نہ پہنچ سکے ان کے ہمدردانہ جذبات روحانی طور پر ہم نے محسوس کئے۔ یہ ایک معروف حقیقت ہے کہ تمام ملک ہمارا شریک غم ہے۔ یہ قومی غم کسی ایک شہید روات کے لئے نہیں۔ سب کے لئے مشترک ہے۔ اس لیے میں نے محسوس کیا کہ ہمیں بھی مل کر قوم کا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ یہ پہلی وجہ ہے کہ آپ کو یہاں تشریف لانے کی زحمت دی گئی۔

صحافی برادری بھی پوری قوم کی طرح اس واقعہ پر تڑپ اٹھی اور اس نے اس حادثے کو وہ اہمیت دی جس کا یہ مستحق ہے۔ ہمیں اخبارات کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ ان کی ہمدردی کو دیکھتے ہوئے ان سے ایک مزید عنایت کی گزارش کروں گا۔ ۳۰ خاندانوں کے ہزار ہا افراد کے لطیف جذبات اور پی آئی اے کی ساآھ کی خاطر صرف درست باتیں ہی شائع کی جائیں۔ اب تک درجنوں ایسی باتیں شائع ہو چکی ہیں جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ ایک اخبار میں مسٹر ایس یو درانی مینجنگ ڈائریکٹر، پی آئی اے کے ایک بیان کی سُرخی ہے۔ "میں حادثے کی پوری ذمہ داری قبول کرتا ہوں۔" اور نیچے ان کی وہ تصویر جڑی ہوئی ہے۔ جس میں وہ کسی اور موقع پر کھلکھلا کر ہنس رہے ہیں۔ اس سے جو مجموعی تاثر ہوتا ہے۔ وہ مسٹر درانی کے ساتھ نا انصافی ہے۔ ایک اور مثال کراچی کے ایک انگریزی روزنامے کی ہے۔ اس میں میری اہلیہ کی وہ تصویر شائع ہوئی، جو جائے حادثہ پر لی گئی تھی اس تصویر کے نیچے لکھا۔ "ایک دل نگار بیسویہ گریہ کنال ہے۔" مجھے یہ بھی احساس ہے کہ اخبارات کے قارئین کو ابھی تک کما حقہ علم نہ ہوا کہ اس حادثے سے قوم کس کس جوہر قابل سے محروم ہو گئی ہے۔ جان بحق ہونیوالے ملک و ملت کی کیا کیا خدمت کر رہے تھے۔ اور وہ کس کس صلاحیتوں سے حامل تھے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے کچھ دیر بعد میں تبویغ پیش کروں گا۔ ایک کتابچہ مرتب کیا جائے جس میں مرحومین کے حالات زندگی اور اس واقعے سے متعلق امور شامل ہوں، یہ دوسری وجہ ہے آپ کو زحمت دینے کی۔ تیسری وجہ جو سب سے اہم ہے یہ ہے کہ اس حادثے کے بارے میں پی آئی اے کے اب



تک جو کچھ کیا ہے اور حکومت جو کچھ کر رہی ہے۔ اس کا جائزہ لیا جائے۔ ہم جانتے ہیں کہ کئی سرکاری اور غیر سرکاری ایجنسیاں چھان بین میں لگی ہوئی ہیں اور ان کے لئے صحیح نتیجے پر پہنچنا ناممکن نہ ہوگا۔ اس بارے میں فیصلہ تو تبادلہ خیالات کے بعد ہی کیا جاسکتا ہے۔ فی الحال میں اتنا کہوں گا کہ ہم کسی کی نیت پر پیشگی شبہ کرنا احکام خداوندی کے خلاف سمجھتے ہیں اور انشاء اللہ رنج و الم یا جھنجھلاہٹ میں ایسا کوئی قدم نہ اٹھائیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور شرمسار ہوں، یا تحقیقات میں الجھن پڑے۔ بے شک پی آئی اے ایک قومی ادارہ ہے۔ اس حادثے سے اس کی ساکھ پر کچھ نہ کچھ اثر پڑا۔ دنیا میں کون سی فضائی کمپنی ہے جس کے کسی نہ کسی طیارے کو حادثہ نہ پیش آیا ہو۔ پی آئی اے اپنی حسن کارکردگی سے یہ ساکھ چند دن یا چند ماہ میں بحال کر لے گی۔ لہذا ایک عارضی مالی نقصان کے سوا اس کا کچھ نہ بگڑا، مگر ۳۰ گھروں کے جو چراغ بجھ گئے ہیں وہ کسی بھی حسن کارکردگی سے روشن نہ ہو سکیں گے، اصل نقصان ہمارا ہے، اور یہ نقصان مادیت سے بالاتر ان لطیف احساسات اور اس بے لوث محبت کا ہے، جو بھائی بہن، باپ، بیٹے، شوہر، بیوی میں ہوتی ہے۔ ماں کی مامتا کو ہیروں سے تو لنے کے تصور کو بھی کوئی پاکستانی برداشت نہیں کر سکتا۔ جب اس حادثے کے اصل متاثرین ہم ہیں تو اس انکواری کا کیا مطلب ہوا، جس میں ہم شامل نہ ہوں؟ ہمارا اطمینان بھی کوئی معنی رکھتا ہے۔ یہ درست ہے کہ ہم میں کوئی ایسا ماہر نہ ہو گا جیسے گورنمنٹ کے پاس ہیں۔ لیکن مبصر کی حیثیت سے ہمارا ایک نمائندہ ضرور شریک تحقیقات ہونا چاہیے۔ اس کا کام صرف دیکھتے رہنا ہو گا۔ یہ اپنی رائے نہ دیگا۔ پی آئی اے کی کارکردگی کوئی

ایسی چیز نہیں جسے قومی راز کہا جاسکے۔ اس لئے ہمارے مطالبے پر حکومت کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ یہ جذباتی مطالبہ نہیں۔ یہ اس شخص کی آواز ہے جس کے پائے ثبات میں گزشتہ دس دنوں میں محمد لہد ایک لمحے کے لئے بھی اغزش نہیں آئی۔

آخر میں اہل دل سے کچھ دل کی باتیں ہو جائیں۔ اس غیر معمولی حادثے میں شہداء کا سوگ بھی غیر معمولی منایا گیا۔ مجھ سمیت پاکستان بھر میں کتنے لوگ ہیں جو طبعی موت سے جب اپنے وقت پر مریں گے تو پوری قوم ان کا سوگ منائے گی۔ یہ امتیاز شہدائے روات ہی کو حاصل ہے۔ یہ بھی اتفاق ہے کہ اس حادثے میں اللہ کو پیارے ہونے والے سب مسلمان تھے۔ غیر طبعی موت کے باعث انہیں شہادت کا درجہ ضرور ملا۔ خدا کرے آپ کی بھی یہی خواہش ہو کہ روات میں جائے حادثہ پر ایک یادگار تعمیر کی جائے۔ اس کی تفصیل میں بعد میں پیش کروں گا۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

## باقی کاروائی

افتتاحی تقریر کے بعد متعینین نے مرحومین کے تعارف پر اس وقت اس حادثے پر بحث ہوئی۔ بحث میں حصہ لینے والے سب با شعور تعلیمیافته اور باہم حضرات تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہیں اپنے اپنے ذرائع سے حادثے کی تفصیل اور امکانی وجوہات کا علم ہو چکا تھا۔ بحث ان سرٹین نے درخواست کی

" یہاں جو باتیں ہوئی ہیں وہ باہر نہیں جانی چاہئیں۔ میں پریس والوں سے بھی درخواست کروں گا کہ ہماری قراردادوں کے علاوہ اور کچھ نہ شائع کیا جائے۔ حاضرین بھی پریس کو کوئی بیان نہ دیں۔ یہ اختیار صرف مجلس عمل کو ہوگا۔"

میاں محمد ابراہیم، راجہ محمد اسلم کیانی اور فنیم الدین صدیقی پر مشتمل ایک مجلس عمل کی تشکیل دی گئی اور چار قراردادیں منظور کی گئیں۔ ایک میں قوم کا شکر یہ ادا کیا گیا۔ دوسری میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ ہمارا ایک نمائندہ تحقیقاتی کمیٹی میں لیا جائے، تیسری میں جائے حادثہ پر یادگار قائم کرنے کا مجلس عمل کو اختیار دیا اور آخری میں شہدا کے حالات اور حادثے کے بارے میں ایک کتاب لکھنے کا کام راقم الحروف کے سپرد کیا گیا۔ اس کے لئے مناسب وقت کا منتظر ہوں۔

## ملازمت

بی ایس سی انجینئرنگ کرنے کے بعد اس نے اعلیٰ تعلیم کے لیے باہر جانے کے منصوبے بنائے۔ وظیفہ جلدی سے جلدی اگلے سال ہی مل سکتا تھا۔ ناچار عارضی ملازمت کی تلاش ہوئی۔ ہمارے کہنے پر اس نے واہ آرڈیننس فیکلٹی میں ملازمت کے لیے درخواست دی۔ جلد ہی "کلاس ون" منصب کی پیشکش آگئی۔ ہم خوش تھے کہ گھر کے گھر وہ اچھی ملازمت سے آغاز کر رہا ہے۔ گھر سے صرف چار میل دور۔ پھر وہاں بڑی سہولتیں ملتی ہیں اور حرام روزی کا موقع یا کشش بھی نہیں۔ یہ پیشکش آئی تو کہنے لگا "سرکاری ملازمت میں مشین بنانے اور چلانے والا خود مشین بن کر رہ جاتا ہے اور پھر یہاں ترقی کی معراج یہ ہے کہ پندرہ بیس سال میں سپر ٹنڈنٹ بن جاؤں۔ یہاں پانچ سال کا ہنڈ بھی بھرنا پڑتا ہے۔ اتنے عرصے میں نہ جانے میں کہاں سے کہاں پہنچوں۔ کیوں نہ میں کسی پرائیویٹ فرم میں عملی تجربہ حاصل کر کے اپنا کام شروع کر دوں"

دو ماہ بعد اس نے پاکستان کی ایک بڑی ہی کامیاب فرم میں ملازمت میں کام شروع کر دیا۔ پہلی تنخواہ ملی تو سب تنخواہ اپنی بہنوں، خالہ، بیچا اور ماموں زاد بہنوں میں تقسیم کر دی۔ حسن ابدال آیا تو پتہ اپنے ونڈ (ہاسل) کے بیرے فضل داد کو دیا۔ رکھ رکھاؤ کا یہ عالم تھا کہ جب بھی حسن ابدال آتا تو کاج کے گیٹ کیپر کو کچھ نہ کچھ ضرور دے کر جاتا۔ وفات سے تین دن پہلے ایک میٹم

بچی کے کالج میں داخلے کے لئے پانچ روپے اپنی اور پچیس روپے اپنے چچا کی طرف سے دے آیا۔ اپنی بیوہ نانی اماں کا پچیس روپے ماہانہ باندھا ہوا تھا۔ کراچی میں خالہ زاد بہن کے ذمے اس کے پچاس روپے تھے۔ اُسے لکھا کہ یہ رقم مجھے نہ بھیجی جائے بلکہ ستمبر اور اکتوبر کے حساب میں نانی اماں کو دے دو۔ ان سے کہا ہوا تھا کہ اگر میں چند سال ملازمت کے لئے سعودی عرب گیا تو آپ کو ساتھ لے جاؤں گا۔ اور حج بھی کراؤں گا۔ نتیجہ نکلا تو اپنی والدہ کی پرائمری کی ایک ہم جماعت اور سہیلی کے لیے مٹھائی لے کر گیا۔

" پیاری سہیلی! یہ میری زندگی کا سب سے المناک واقعہ ہے۔ اتنا قابل، ایسا ذہین اور پھم ایسی سادہ طبیعت اور لبوں پر ہر وقت کھیلنے والی دائمی مسکراہٹ۔ میں سوچتی ہوں کہ اس کا ہم میں کیا کام تھا۔ وہ تو فرشتہ تھا اور اس کا صحیح مقام بہشت بریں ہی تھا.... جب انجینئرنگ میں پاس ہوا تو میرے پاس مٹھائی لیکر آیا۔ آج تک کوئی بھی اپنے پاس ہونے کی مٹھائی لیکر میرے پاس نہیں آیا تھا۔ اور یہ بات میں فخر یہ سب کو بتاتی ہوں۔"

(فرحت سید رضی الدین حیدر از لاہور بنام والدہ ارشد)

## تخل اور خود اعتمادی

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب ارشد گڈلیوں چلا کرتا تھا۔ اگر اس کے ہاتھ سے کوئی بچہ یا بڑا کھلونا چھین لیتا تو یہ اسے گھور کر دیکھتا اور دوسرے کھیل میں لگ جاتا۔ دوسرا تیسرا کھلونا چھین جانے پر بھی اس کا رد عمل یہی ہوتا۔ ابھی پورے پانچ سال کا نہیں ہوا تھا کہ تعطیلات گرما میں ہم نے کہیں جانے کا پروگرام بنایا۔ مذاق مذاق میں اس کی والدہ نے کہا "گھرا کیلا کس طرح چھوڑیں، ارشد محمود کو یہیں چھوڑ جائیں گے۔ یہ گھر کی دیکھ بھال رکھیں گے۔ وہ غور سے سنتا رہا اور جب میں نے بھی تائید کر دی تو مجبوراً کہنے لگا "اچھا سارے دروازے بند کر جانا اور میرے لیے دودھ کی دیکھی، لوٹا اور جا نماز باہر نکال جانا۔"

## کم سخن مگر خوش طبع

وہ بولتا کم تھا اور سنتا زیادہ۔ عام مہنگل میں بیٹھتا تھا۔ غنیمت کہ اس کی اسے سبب میں الجھانے کی کوشش کی جاتی تو ایک دہائی کے بعد اسے پورے پر بھیرتے ہوئے ایک دوپٹے سے جملے کر پھرتی رہتا۔ اتنی بکثرت میں نہ اہمیت، خود ستانی، تخریبی تنقید اور ہی ہی بابا سے اجتناب رہتا۔

یہ بات نہیں کہ اس کے پاس کرنے کی باتیں نہ تھیں یا اظہار خیال پر قدرت نہ رکھتا تھا۔ معقول مجالس میں جب وہ باتیں کرتا تو بڑے بڑے اس کی اصابت رائے اور خود اعتمادی سے متاثر ہو جاتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔

کم سخن، چڑچڑاپن یا تنہائی پسندی، خود پسندی یا احساس کمتری کا باعث ہو جاتی ہے۔ یا کم از کم خوش مذاقی کی ضد ہے۔ اجتماع ضدین کی یہ ایک خوشگوار مثال ہے کہ وہ کم گو بھی تھا اور خوش طبع بھی۔ ایک لطیف سا تبسم ہر وقت اس کے چہرے پر رقصاں رہتا۔ اس کی شخصیت میں ایک مقناطیسی کشش اور باتوں میں مٹھاس تھی چند جملوں میں وہ اپنے مخاطب کو متاثر کر دیتا تھا۔ گوجرانوالہ کے دو صنعت کار تعزیت کے لیے حسن ابدال آئے۔ ایک صاحب نے اپنا نام کرم الہی بتایا اور کہنے لگے ہماری فرم کا شاہنواز لمیٹڈ سے کاروباری تعلق رہتا ہے۔ ایک روز ارشد محمود بھی کاروباری سلسلے میں ہمارے ہاں آئے تھے۔ ہم ان کی باتوں سے اس قدر متاثر ہوئے تھے کہ ان کی تصویر اخبار میں دیکھی تو رہا نہیں گیا اور تعزیت کے لئے چل پڑے۔

اس کا بڑا بھائی احمد منصور دسویں میں کامیاب ہوا (۱۹۶۲ء)۔ ہماری خواہش تھی کہ وہ ڈاکٹر بنے۔ احمد منصور نے کہا "ڈاکٹری بھی کوئی پیشہ ہوتا ہے۔ ایک دفعہ ڈاکٹر بن جاؤ تو ساری عمر ڈاکٹر رہو۔" ایک طرف سے اس سے دو سال چھوٹے ارشد کی آواز آئی "ہاں جیسے ایک دفعہ صدر بن جائے تو ساری عمر صدر رہے۔" ان دونوں بھائیوں کی شائستہ خوش طبعی کا ایک مکالمہ ملاحظہ ہو:

احمد منصور: ارشد محمود۔ یہ ریکٹ کیل سے ٹانگ دیں

ارشد محمود: مہربانی کر کے یا ویسے ہی۔

احمد منصور: جیسا مناسب سمجھیں

دیکھا کس شائستگی سے بڑے بھائی کی چوک پر ٹوکا۔

• "اس کا حسین بشاش بشاش چہرہ میرے سامنے آجاتا ہے۔"

ڈاکٹر سید مظفر علی بخاری، ملتان

• "عزیز مر حوم کا مسکراتا چہرہ آج بھی میرے سامنے ہے۔"

چودھری نور محمد۔ پیالہ شیخنی ہاؤس لاہور

• "ان کی شخصیت اتنی پرکشش تھی کہ ہر ایک کو اپنا

گرویدہ کر لیتے تھے۔ خاندان کے علاوہ ملک و قوم کو بھی اس

کے سدھارنے سے عظیم نقصان ہوا ہے"

مطاء الرحمن۔ چوہدری نور نعمت وارث۔ لاہور

• "بہت ہونمار بیٹا تھا۔ جب ہم آپ کے ہاں آتے تو

جس اخلاق سے وہ ہمیں ملاتا تھا ہم کبھی نہیں بھلا سکتے۔ میری

بیوی آپ کے بیٹے کی خبر پڑھ کر اوسان کھوٹ گئی"

ڈاکٹر سلطان احمد چیمہ، ستارہ خدمت۔ لاہور



## ملنسار مگر دیر آمیز

خاموش طبعی اور ملنساری کی دو متضاد صفات بیک وقت ارشد میں موجود تھیں۔ وہ دوستوں اور رشتے داروں سے ملنے ان کے گھر جاتا۔ بلکہ میرے دوستوں اور اپنی والدہ کی سہیلیوں کے ہاں بھی جاتا اور جہاں بھی جاتا اچھا تاثر چھوڑ کر آتا۔ غریب رشتہ داروں سے ملتا تو ان کے سامنے بچھ جاتا، بزرگوں سے دعائیں لینے ضرور جاتا۔ ملنسار ہونے کے باوجود اس کے گرد دوستوں کا جمگھٹا نہیں ہوتا تھا۔ وہ ہر چھوٹے بڑے سے خوش اخلاقی سے ملتا مگر دوست خوب چھان پھٹک کر بناتا۔ اس کے دوستوں میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو فرسٹ ڈویژن میں پاس نہ ہو اہو۔ اس کا ایک دوست سید اظہر علی بخاری تھا۔ تیسری سے چھٹی تک ہم جماعت رہے، جماعت میں اول دوم رہا کرتے تھے۔ جب چوتھی جماعت میں پڑھتے تھے تو ایک جمعہ کی نماز پڑھ کر کیڈٹ کالج کے ہال سے باہر نکلے۔ ارشد کے دونوں بھائی احمد منصور اور احمد رضا اور اظہر کے بھائی ظفر علی تھے۔ سیکنڈ ایئر کے ایک لڑکے نے ان پانچوں کو کھڑا کر کے انکی تصویر کھینچ لی۔ پانچوں میں سے صرف ارشد اور اظہر کے ہاتھ میں پھولوں کی ایک ایک ڈالی ہے۔ اس وقت اس تصویر کو دیکھ کر کون کہہ سکتا تھا کہ یہ دونوں دنیا میں پھول کی طرح مہک کر اپنی خوشبو پھیلائیں گے اور جلد ہی مرجھا جائیں گے۔ فلائنگ آفیسر سید اظہر علی بخاری (تمغہ جنگ، ستارہ حرب) پاکستان فضائیہ کے اس سامان بردار

طیارے (سی۔۱۳۰) کا معاون ہوا باز تھا۔ جو ۲ فروری ۱۹۷۰ء کو ماہنامہ سے  
۳۸ میل شمال مغرب میں پہاڑ سے ٹکڑا کر پاش پاش ہو گیا۔



احمد منصور، ارشد محمود، اظہر علی، احمد رضا، ظفر علی بھٹو

اظہر کی شہادت کے پانچ ماہ بعد ارشد اپنے چچا جان سے کلمہ رہا تھا "ایسی  
موت اچھی ہوتی ہے۔ ہمارے چچا پانی پر مرنے سے اوروں کو تکلیف ہوتی ہے۔  
اس بات کے صرف ایک ہفتہ بعد خود اس کی اپنی لاش کا تہہ ت پی آئی اس کی  
گاڑی حسن ابدال لائی، میرے مزدور کریم فرماؤں نے اس کی قبر بلا معاوضہ مہدی۔  
اظہر اور ارشد دونوں رشتے دار تھے نچپن کے دوست تھے۔ دونوں،  
صالح، ہمدرد، ملنسار، ہمدرد، مستعد، بلند کردار اور نمونے نوجوان تھے۔  
دونوں نے اپنے اپنے میدان میں بلند ترین اعزاز پایا۔ ایک کو شمشیر اعزاز ملی تو  
دوسرے کو سنہری تمغے۔ دونوں اپنے اپنے کام میں ماہ شمار ہوتے تھے۔ دونوں کا

عالم جوانی میں عضو عضو جدا ہو گیا اور جسم کا کوئی حصہ شناخت نہ ہو سکا۔ دونوں ہوائی حادثے میں شہید ہوئے۔ ایک کو ہسار میں تو دوسرا آبادی سے دور کھیتوں میں۔ بھائی طالب اللہ صاحب ملتان سے تشریف لائے اور یہ شعر عطا فرمایا۔

فرہاد بہ مجنوں گفت اے صاحب ہم پیشہ

من رونق کو ہسارم تو زینت ویرانہ

## سادگی

تین مہینے پانچ سو مشاہرہ لینے کے بعد ارشد کو سات سو اسی روپے ماہانہ ملنے لگے۔ اس میں یونس اور پراویڈنٹ فنڈ میں فرم کا حصہ شامل کر لیا جائے تو نو سو تیس روپے ماہانہ بنتے ہیں۔ بعض دیگر شہولتیں اس پر مزید۔ 1970ء میں ایک نوجوان کالج سے نکلتے ہی اتنی معقول تنخواہ لینے لگے تو وہ اپنے آپ کو بگاڑنے کی راہیں خود تلاش کر لیتا ہے۔ ارشد کالاہور میں طعام و قیام اپنے چچا کے ہاں تھا۔ اس لئے پوری تنخواہ اس کا جیب خرچ تھی۔ اس کی سیرت کا ایک درختاں پہلو یہ تھا کہ اسے پیسے سے محبت تھی نہ آرام و آسائش کی طلب۔ وہ فضول چیزوں کو ضروریات زندگی کا نام دے کر اپنی تسکین قلب کو غارت کرنے کا قائل نہیں تھا۔ سگریٹ نوشی سے اجتناب کرتا۔ نفیس طبع اور جامع ذہن تھا۔ کپڑے ہمیشہ صاف ستھرے ہوتے۔ مجال ہے کہ کہیں شکن پڑ جائے۔

سات ماہ کی کل مدت ملازمت میں معقول مشاہرہ پانے کے باوجود ارشد نے اپنی ذات پر ڈھائی سو روپے سے زیادہ خرچ نہیں کئے اور باقی سب گھر بھیجے۔

ایک سوٹ بھی نہیں سلوایا۔ اس نے سامان آرائش پر ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کیا۔ اس کے پاس صرف ایک گرم سوٹ تھا جو اس کے ملازم ہونے سے پہلے ہم نے اسے بنوادیا تھا کہ اتنے ایو کے موقع پر ضرورت ہوگی۔ تمام مدت ملازمت میں اس نے کپڑوں میں چالیس روپے کی ایک سلی سلائی قمیض اور اکتیس روپے کی ایک بش شرٹ خریدی۔ اکتالیس روپے کا ایک بوٹ اور تیس روپے کی ایک پشاوری چپل اور بس۔ باقی سب کچھ سے زمانہ طالب علمی کے تھے۔ اس کے باوجود اس کی شان میں کبھی فرق نہیں آیا۔ لباس کی وجہ سے وہ کہیں بیٹا نہیں ہوا۔ اس سے جس کا بھی واسطہ پڑا اس نے اسے بہ وقار پایا۔ یہ جزرتی کسی مجبوری کی وجہ سے نہ تھی۔ یہ سادگی اس کی سادہ طبیعت اور اعلیٰ کردار کا جزو تھی۔

پیشے اور افتاد طبع کے اعتبار سے میرا خوشگوار کام نئی نسل کی تربیت ہے۔ میں والدین سے گذارش کروں گا کہ اپنی نوجوان اولاد کو ٹوکنے سے پہلے اور ان کے سامنے ارشد مرحوم کا نمونہ رکھنے سے پہلے اس پر بھی غور فرمائیں کہ ان کی تربیت میں ماں باپ کی بھی ذمہ داریاں ہیں۔ میں ستا و سال سے کیڈٹ ہاؤس میں ہوں جہاں ہر ہفتہ پکچر دکھائی جاتی ہے۔ مگر اس مدت میں میں نے ایک بچہ بھی نہیں دیکھی۔ اس کے باوجود اپنے حلقے میں ہم اچھوت نہیں سمجھے جاتے نہ یہ روش کبھی ترقی کی راہ میں حاصل ہوئی۔ البتہ بزمی پتوں پر یہ پابندی نہیں لگائی۔ ارشد محمود نو سالہ بچوں میں رہا اور پھر سات مہینے ملازمت سے سب سے پہلے گھر سے دور اپنے رشتہ داروں میں آراپی اور انہوں میں رہا۔ ان دنوں میں ہمارے کانوں تک اس کے بارے میں ایک خبر بھی ایسی نہیں پہنچی جس سے ہمیں

ملا لیا ہوا ہو۔ جو خبر آتی ہماری خوشیوں میں اضافہ کرتی۔ ہو سٹل کی زندگی کے رازوں کو میں اتنا ضرور جانتا ہوں جتنا اور کوئی بڑے سے بڑا واقف حال پاکستانی دعویٰ کر سکتا ہے۔ مجھے یہ بھی علم ہے کہ ہو سٹل میں لڑکے جو نازیبا حرکتیں کرتے ہیں وہ دوسرے لڑکوں سے پوشیدہ نہیں رہتے۔ وہ ایک ایک راز جانتے ہیں۔ حرکتیں کرنے والے طالب علم اس بات سے کما حقہ واقف نہیں کہ برائی پر لگا کر اڑتی ہے اور نیکی بسا اوقات عدم توجہی کا شکار ہو جاتی ہے۔ اب دیکھئے کہ لڑکے اس کی بابت کیا کہتے ہیں۔ ان میں وہ لڑکے بھی شامل ہیں جو اس کے ساتھ ہو سٹل میں نو سال تک رہے اس کے ہم جماعت بھی ہیں۔ اور وہ بھی جو کیڈٹ کالج یا انجینئرنگ یونیورسٹی میں اس کے جو نیر رہے یا سینئر رہے اور اب ذمہ دار عہدوں پر ہیں۔

• "میں اپنے دوست کی خاموش طبیعت، بے پناہ علمی ذہانت خوش گفتاری اور پر خلوص شخصیت کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔"

پائلٹ آفیسر زاہد پرویز کیڈٹ کالج میں پانچ سال ہم جماعت رہے۔

• "میں کیڈٹ کالج اور انجینئرنگ یونیورسٹی میں ارشد کے ساتھ رہا ہوں اور اس کی نوبل شخصیت کے نقوش میرے دل میں مرتسم ہیں۔"

سلمان عزیز لیفٹیننٹ انجینئر

• "ارشاد محمود ایک نہایت ہی ذہین اور لائق لڑکا تھا۔  
اس کی خوبیاں زندگی بھر یاد رہیں گی۔"

جاوید عطا چوہدری۔ انجینئر جاپان

• "میں نے انہیں انتہائی سلیم الطبع، خوش آئند، خاموش طبع،  
ذہین اور ہونہار پایا۔"

انجینئر خالد سعید

• "وہ اپنے سے ہر بڑے کا احترام کرتے تھے۔"

• "ہم دنیا والوں کو اللہ میاں الفت و محبت کے ایسے  
پیکروں سے کیوں محروم کر رہا ہے۔"

محمود علی بھٹی۔ جنٹلمین کیڈٹ پی ایم اے کاول

• "ہم (انجینئرنگ یونیورسٹی میں کیڈٹ کالج حسن اہل  
کے سابق طلباء) ارشد کی وفات کی خبر سن کر بے حد غمگین  
ہیں۔ ابھی تو اسے اس دنیا کو سنوارنا تھا۔ اس کی خوشگوار یاد دہانی  
رفیق زندگی رہے گی۔"

ابراہیم خورشید، انجینئرنگ یونیورسٹی۔ لاہور

• "میں ایسے مخلص، مہربان اور بڑوں کا احترام کرنے  
والے دوست کو کبھی نہیں بھول سکتا۔"

محمد اسحاق، ٹیلر۔ لاہور

• "ان جیسا شریف، باحیا اور بلند کردار انسان میں نے  
آج تک نہیں دیکھا۔"

فیاض ملک ازرا، لاہور

## آئینہ ارشد سے دو بند

(بند نمبر ۴)

اللہ اللہ وہ ترا ذہن رسا روشن دماغ  
 ماہر ان فن کو بھی اکثر دکھاتا تھا چراغ  
 تیری صنعت دیکھ کر دل سب کا ہو تاباغ باغ  
 تو نے ان باتوں سے حاصل کر لیا اب ان فراغ  
 تھا بہت باقی تجھے کرنے کرانے کے لئے  
 جوہر ذاتی زمانے کو دکھانے کے لئے

(بند نمبر ۵)

اے سعادت مند، غیر تمند، اے زیرک فہیم  
 تیری نیت نیک، طبیعت پاک فطرت تھی حلیم  
 تیرا ایثار و تحمل وہ تری عقل سلیم  
 تری ہمت اور مروت وہ ترا خلق عظیم  
 سادگی تیری تھی دنیا کو دکھانے کے لئے  
 قوم کو اصراف بے جا سے بچانے کے لئے

از وصیت یاب خاں وصیت

سابق اسٹنٹ ریئر جج آفیسر وزارت دفاع پاکستان

## اساتذہ کرام

• میں نے ارشد محمود کو نہایت ذہین، مودب اور شائستہ اطوار پایا۔ حد درجہ حلیم، کم گو اور محنتی طالب علم تھا۔ تجسس اور باریک بینی کی وجہ سے اپنے ہم جماعتوں میں خاص امتیازی شان حاصل تھی۔ اس کی ذات اپنے استاد کی سر بلندی اور ناموری کے لئے موجب صد ستائش و افتخار تھی۔

غلام حسین سابق ہیڈ ماسٹر

(ڈی سی پرائمری سکول حسن ابدال)

• "صدمہ ہوا اور اتنا ہوا کہ احاطہ تحریر میں آنا ممکن نہیں عزیز ی ارشد کی مسکراتی شکل آنکھوں میں پھرتی رہی۔ ایسا محسوس ہوا جیسے دل کو کسی نے زور سے منہمی میں پھینچ دیا ہو۔۔۔ اس جیسا ہونما با ادب اور خوش مزاج بچہ اپنے خاندان در۔ کاہ اور ملک کے لیئے باعث فخر ہوتا ہے۔ ایسے گوجر کا چانک پھین لیا جانا آپ کا ہمارا اور ملک کا نقصان ہے۔"

بارون شاہ خان استاد انگریزی یڈنگ ہائی

ازام پٹن دیو پور اسی پور



اس کے چند اساتذہ کے خطوط سے اقتباسات ملاحظہ فرمانے کے علاوہ اس بات پر غور کرتے جائیے کہ کیڈٹ کالج حسن ابدال میں اس کے استاد اور صدر شعبہ جغرافیہ چودھری محمد صادق اور صدر شعبہ اُردو سید علی اختر زیدی تعزیت کے لئے آئے۔ الفاظ نہیں بلکہ آنسوؤں کی زبان سے اپنے رنج و غم کا اظہار شروع کیا۔ ایک شاگرد کی صلاحیتوں کا اس سے بڑا خراج تحسین تصور میں نہیں آسکتا۔

## چند اور رشتہ دار

کراچی سے ارشد کا تبادلہ لاہور ہو گیا۔ یہاں وہ اپنے چچا شفاء اللہ صدیقی کے ہاں رہا کرتا تھا۔ ہم نے دیکھا کہ اس بھتیجے کو دیکھ کر چچا کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آجاتے تھے۔ حادثے کے بعد غم کے آنسو بھی تو سب سے زیادہ اسی نے بہائے۔ اس کے چچا اکثر کہتے ہیں۔ "خدا نے انسانوں کو دکھانے کے لئے ایک نمونہ بھیجا تھا۔ اس دور میں انسان کامل کی ایک جھلک دکھائی تھی۔" خالو اور چچا کے بعد یہ دیکھیے کہ اسے اچھی طرح جاننے والے اور رشتے دار اس سے کیا توقعات رکھتے تھے۔

• "ارشد محمود نہایت ذہین، نیک اور بااخلاق لڑکا تھا"

صلاح الدین جاوید کامرس، بینک پشاور

• "ہمارے گلستان کا ایک تختہ، ایک گل سر سبد، ایک قابل  
صد فخر و مہابہات نوباوا بھی اس برق بلا خیز کی نذر ہو گیا.....  
ایسے نیک، سعادت مند، لائق اور فخر خاندان نوجوان کی ایسی  
حسرت ناک وفات کا غم ناقابل برداشت ہے....."

(مولانا) محمد اذکار الحق صدیقی شادانی، کیمہیل پور

• "خاندان کا چشم و چراغ چل بسا..... اس قدر صدمہ  
ہے کہ بالکل کمر ٹوٹ گئی۔"

(پیر) عبد القدوس صدیقی، لاہور

• ایک جوہر قابل کے اس طرح شہید ہو جانے پر جتن  
بھی ماتم کی جاوے کم ہے۔

محمد اسلم صدیقی، مہتان

• "میں نے جس قدر اس ناگمانی موت کا اثر لیا ہے اس سے  
قبل کبھی ایسی کیفیت محسوس نہیں کی۔ قلب سے اوپر ایسا  
بیجانی ماحول جاری ہے۔ نماز تک پرستی مشکل ہو رہی ہے۔  
حاصل خاندان تمہاری لڑکا..... آپ نے بڑے بڑے صحائفوں  
کا منہ موڑا ہے۔ اگر آپ کی ہمت مروانے اس وارہ تھی تو  
جانے تو بڑی داویا میں۔"

(ارشادے خواجہ) ایوب امین صدیقی، پٹی

• "حقیقت یہ ہے کہ جب بھی مرحوم میرے ساتھ محو گفتگو ہوتا تھا تو اس کا ہنستا اور مسکراتا چہرہ ایک گونا سکون بخشتا تھا۔ انجمن صدیقیان کی ماہانہ میٹنگ دو اگست اتوار کو تھی۔ اس میں یہ شامل ہوئے اور اپنے قیمتی خیالات سے مستفید فرمایا۔ نیز انجمن کی اپیل پر ایک پونجی کو حصول تعلیم کے لئے امداد دینے کا وعدہ فرمایا اور اپنا وعدہ ایفا کرنے کیلئے ۳ اگست ۱۹۷۰ء کو بوقت ۵ بجے شام میرے گھر پر تشریف لائے اور کافی دیر تک بچوں سے حسن ابدال کی باتیں کرتے رہے۔ میرے بھائی میری آنکھوں کے سامنے سے اس کا ہنستا، مسکراتا اور چمکتا چہرہ نہیں ہٹتا اور نہ ہی اس کا خیال میرے ذہن سے لمحے بھر کے لئے نکلتا ہے۔"

(پیرزادہ) منصور احمد صدیقی لاہور

• "ارشاد ایک غیر معمولی انسان تھے۔ جو انہوں نے ہمیں سبق دیا وہ یہ ہے کہ اگر ہر دل عزیز بننا ہو تو کسی کا دل نہ دکھاؤ اور ہر ایک کے دکھ درد میں شریک ہو۔ انکی سب سے بڑی خوشی یہ تھی کہ وہ دوسروں کو خوش دیکھنا چاہتے تھے اور اس کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیتے تھے۔ اتنے عظیم انسان کو جتنا بھی خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ جب کبھی وہ موت کا ذکر کرتے بڑی بہادری سے کہا کرتے موت کو ایک دن آنا ہی ہے اس سے کیا ڈرنا۔"

(خالہ زاد بھائی مجیب الدین توصیف صدیقی کراچی)

• " اس بد نصیب جہاز میں ہم نے اپنا سب سے قیمتی سرمایہ کھو دیا۔ یہاں پاکستانی احباب ہمارے اس دکھ میں شریک ہیں۔"

قاضی عبید الرحمن صدیقی انجینئر مونیڈل کینیڈا

• جمعہ ۷ اگست کا جنگ راولپنڈی دل ہلا دینے کے لئے کافی تھا اور اس کو دیکھ کر اس گھر کا ہر فرد اشکبار ہوا۔ طیارے پر جو بجلی گری تھی اس کے جھٹکے نے میرے دماغ کو بھی ماؤف کر دیا تھا۔۔۔ ۶۶۶۔ ۶۶۵ میں برادر م شفاء اللہ کے ہاں کمرے اور چھت پر جب میں اسے ایک عالم بے نیازی میں غرق مطالعہ پاتا تھا تو مجھے مسرت ہوتی تھی کہ اس میں ایک بڑا آدمی بننے کی صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود ہیں۔"

محمد عزیز الحق صدیقی پاکستان ٹونسل سرور

• " بہت دور جانے والے اس ہونہار کی جدائی کا صدمہ خاندان کے ہر فرد کو یساں پہنچا ہے۔ وجہ صرف خاندانی قربت ہی نہیں بلکہ مرحوم کی نظروں میں خاندان والوں کی عزت و احترام کا جذبہ، ہر چھوٹے بڑے کو دیکھتے ہی مسکراتے ہوئے اس کا احترام کرنا اور خاندانی فلاح بہبود کے سلسلے میں اپنی خدمات کو زیادہ سے زیادہ پیش کرتا تھا۔۔۔ ہمارا خیال تھا۔ ارشد محمود اپنی انتہائی قابلیت کی وجہ سے چند ہی سال میں خاندان کا سب سے بڑا فرد بن جائے گا۔

(چوہدری) سلطان احمد صدیقی صدر انجمن صدیقیوں اور

## عزیزہ سرور دعائیں

ویسے تو جب یہ اندوہناک حادثہ معلوم ہوا تھا دل بہت متاثر تھا۔ مگر اس روز تمکو دیکھ کر اور تمہارا صبر استقلال دیکھ کر دل پر ایک خاص اثر ہوا۔ دل چاہا کہ اس جانگداز واقعہ پر کچھ لکھوں مگر اپنی علمی کم مائیگی سے مجبور رہی مگر کچھ ایسا دل متاثر ہوا کہ چند الفاظ لکھے گئے جو تمہارے اور عزیزم منظور الحق صاحب کے سامنے آفتاب کو چراغ دکھانے کے مصداق ہیں۔ بس دلی جذبات کے سوا اس میں اور کچھ نہیں۔ تمہاری قابلیت اور قومی خدمات کا مجھ کو رہتک سے ہی احساس ہے۔

مسرت صدیقی زوجہ محمد افضل انسپکٹر پولیس  
 پروپیگنڈا سیکرٹری انجمن ترقی اردو پاکستان  
 شعبہ خواتین کراچی

کسی کو کیا خبر کیا سوز ہے میری نواؤں میں

متاع زندگانی لٹ گئی تیری فضاؤں میں

پروفیسر علاؤ الدین شمس صدیقی صادق پبلک سکول بہاولپور

"انکی موت نہ صرف ہماری فیملی کیلئے بلکہ تمام ملک کے لئے

بہت بڑا نقصان ہے۔ لیاقت، ذہانت اور نیک طبعی کے بارے

میں جو کچھ کہا جائے کم ہے۔"

میجر محمود الحسن کراچی

"ان کا حسین ہشاش بشاش چہرہ میرے سامنے  
آجاتا ہے اور ایک لمحہ تڑپا جاتا ہے...."

ڈاکٹر رئیس الدین ملتان

"..... ہمارا دل اس خبر کو تسلیم کرنے کے لیے  
کسی طرح بھی تیار نہیں ہوتا.... ذہن میں ہر وقت ایک  
سوچ، کرب اور دل میں ایک کسک سی موجود رہتی ہے۔ جبکہ  
ہمارا دل اس غم سے پھٹا پڑ رہا ہے تو نہ معلوم آپ جیسے  
باحوصلہ ماں باپ اور بہن بھائیوں نے اس بات کا کیا اثر لیا  
ہوگا۔ دو تین دن پہلے رفعت یا سمین نے خواب میں ارشد  
بھائی کو دیکھا جو کہ ہم میں موجود نہ ہونے کے باوجود ہم  
سب کو صبر اور حوصلہ کی تلقین کر رہے تھے۔ وہ واقعی اتنے  
رحم دل اور مشفق تھے کہ انکو ہماری تکلیف نے بچھین کر  
دیا...."

اسمہ یا سمین (نخاعہ زائدہ)

اس موت پر یہی نہیں کہ اس کے دوست، اس تڑپ اور رشتے داروں  
روئے بلکہ میرے وہ سب کرم فرما بھی جنہوں نے ارشد کو دیکھا تھا یا اس کی  
خوبیوں سے واقف تھے اس کتابچے میں اور ہر جہے کے ہونے والے کرم فرماؤں  
کے خطوط سے اقتباسات ملیں گے۔ یہاں ہم صرف چند درج کرتے ہیں:

"..... بھی ارشد کی تصویر پر جب نظر پڑی تو اخبار ہاتھوں سے چھوٹ گیا اور آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے.... گھر میں جب یہ خبر پڑھی تو والد صاحب اور والدہ صاحبہ بھی رونے لگے...."

عبدالحمید رضا (بنام احمد منصور صدیقی)  
میرپور سکرو سندھ

"..... آپ نے حسن تربیت کے علاوہ اس حادثہ فاجعہ پر جس صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا ہے اس سے قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔"

محمد امین طارق لکچرار  
گورنمنٹ کالج راولا کوٹ آزاد کشمیر

"... شاہ کوثر کے خط سے ارشد محمود کے حادثہ کی خبر سن کر رنج ہوا۔ مجھ کو آپ کے صدمہ و غم کا اندازہ ہے.... میں انشاء اللہ اکتوبر کے وسط میں پاکستان واپس آؤنگا۔ پھر حاضر ہونگا۔"

سید شاہ باہر  
(کیڈٹ کالج کے موجودہ پرنسپل) لندن

" محترم صدیقی صاحب سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ چند سطور کیسے تحریر کروں جس صبر و تحمل سے آپ نے اتنے بڑے المیہ کو برداشت کیا ہے۔ اور آپ کے بظاہر پر سکون چہرے کے پیچھے کتنے کرب پوشیدہ ہیں۔ ایسے مضبوط دل کے لئے میں تشفی کے الفاظ کہاں سے لاؤں۔ خدا مر حوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ کو اس غم کے اٹھانے کی طاقت دے۔

پروفیسر رضی عابدی  
 نکلچر اراگور نمٹ کالج لاہور  
 (سابق استاذ شعبہ انگریزی) کینڈٹ کالج حسن ابدال

" قبلہ محترم زید مجدم

سلام مسنون کے بعد معروض ہوں کہ جس دن سے ہوائی جہاز کے حادثہ کی خبر پڑھی ہے اسی دن سے اس شش پنج میں ہوں کہ کس طرح اور کیونکر آپ کے جوان سال فرزند کی تعزیت کروں۔ میرے پاس ایسے الفاظ نہیں جن سے میں اپنا اظہار رنج و غم کر سکوں۔ صرف اتنا عرض کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ اس حادثہ جانکاہ میں آپ کے ساتھ ہر کاشٹ ایک غم ہوں....."

پروفیسر محمد امجد  
 شعبہ تاریخ۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور



• "اس قسم کے حادثے تو انسان تصور میں نہیں لا سکتا۔"

پروفیسر قمر الزماں۔ گورنمنٹ کالج ساہیوال

• "وہ واقعی میں ہمہ گیر نابغہ اور راستباز انسان تھا۔ یہ محض ذاتی حادثہ نہیں قومی نقصان ہے۔"

شیخ مرتضیٰ احمد ایم اے (انٹرنل)

تلہ گنگ کیسبل پور بنام احمد منصور

• "کل آپ سے مل کر انتہائی متاثر ہوا۔ ایسے وقت میں جو آپ پر آن پڑا ہے اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا یقیناً ایک شاذ و نادر نعمت ہے۔"

(ایئر کموڈور) سعید اللہ خان

ارشاد کی سیرت سمجھنے کے لئے اس کے ہم جماعتوں، استادوں، رشتہ داروں اور میرے کرم فرماؤں کے چند خطوط سے مندرجہ بالا اقتباسات کافی ہونے چاہئیں۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ان میں رسما مرحوم کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں کیونکہ تعزیتی خطوط میں خامیوں کا ذکر نہیں کیا جاتا تو پھر ہم ایک ایسے ماخذ کا حوالہ دیں گے جسے دیکھ کر اس کی سیرت کا کوئی پہلو پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ یہ ماخذ اس کا سامان ہے۔ ارشد غیر شادی شدہ بائیس برس کا صحت مند کھاتا پیتا نوجوان تھا۔ اس کے سامان میں ہم تصویر بتا پاتے ہیں۔ نہ حسینوں کے خطوط۔ کوئی ایسی تصویر، تحریر، کتاب یا رسالہ نہیں جسے بڑے سے بڑا امتدین خلاف شرع کہے۔ کوئی ایسی چیز نہیں جسے غیبی ضروری یا صرف بیجا قرار دیا جائے کوئی ایک شے ایسی نہیں جس سے اخلاقی براہٹ یا گھٹیا پن ظاہر ہوتا ہو۔ عظمت برداری اس سے بڑی شہادت کیا ہو سکتی ہے۔

سلیقے کی سننے۔ جائے حادثہ پر ہمیں اس کا ایک اور ہوا ہوا جو تاہم بیخوس بیگ کے چند جھیر جھیر ٹکڑے، ڈگری اور سندیں ملیں ڈگری اور سندوں پر اس نے جد اشفاق پلاسٹک چڑھوا کر سیوٹیپ لگا ہوا تھا تاکہ ہاتھ لگانے سے نہیں نہ ہو جائیں۔ یہ ڈگری اور سندیں ایک بریف کیس میں تھیں، اس میں بریف کیس کا حاشہ معلوم نہیں۔

## عظیم ماں کا ہونہار فرزند

ارشاد محمود کی تربیت میں اس کی قوت مشاہدہ کو معقول دخل تھا۔ گھر کے خوشگوار اور پرسکون ماحول نے اسے صلح کل اور فراخ دل بنا دیا تھا۔ چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ اور محنت سے محبت اسکی عادات ثانیہ تھیں۔ یہ دونوں غالباً اس نے مجھ سے پائیں۔ تمام زمانہ طالب علمی میں میں نے صرف ایک بار استاد محترم سے سزا پائی۔ وہ ڈرائنگ میں اصلاح فرما رہے تھے۔ میری فطری مسکراہٹ کو انہوں نے گستاخی پر محمول کیا اور پتھی لگادی۔ پر چہرے کی مستقل مسکراہٹ ارشد محمود کے ساتھ چلی گئی۔ پیدائش سے اس کی شہادت کے چند گھنٹے پہلے تک ارشد محمود کی عظیم ماں نے جس طرح تربیت کی اس پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے میں اس کی والدہ کی ہزاروں صفحوں پر پھیلی ہوئی تحریروں میں سے صرف تین پیش کروں گا اور تاکید کروں گا کہ تمام مائیں اسے غور سے پڑھیں اور ایک سے زیادہ بار پڑھیں اور دیکھیں کہ یہ نابغہ روزگار ماں کیسی تھی۔ یہ تحریک پاکستان کی ضلعی رہنما خاتون تھیں اور پاکستان کی آزادی میں انہوں نے تاریخی کردار ادا کیا تھا۔ ان تحریروں میں سے پہلی تحریر ان کی ڈائری کا ایک جملہ ہے اور باقی دو ان کے وہ آخری خطوط ہیں جو انہوں نے اپنے فرزند گرامی کو لکھے۔

## ماں کی ڈائری کا ایک صفحہ :

3 ستمبر 1948ء بروز جمعہ صبح دس بجے ارشد محمود پیدا ہوئے۔

انجینئرنگ کا فائنل امتحان دیکر ارشد محمود ہوسٹل کو خیر باد کہہ کر لاہور میں اپنے شفیق چچا شفا اللہ صدیقی کے ہاں رہنے لگا۔ ماں کی عظمت اور طریق تربیت دیکھئے۔  
نتیجہ نکلنے سے پہلے یکم ستمبر 1969ء کو خط میں لکھتی ہیں :

... اپنی صحت کا خیال رکھنا۔ نماز عتہ باقاعدگی سے پڑھنا۔  
انسان کا کام محنت اور کوشش ہے۔ نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں  
ہے۔ ہم سب ہر وقت تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی  
کامیابیوں کیلئے دعا گو ہیں۔ اللہ میاں تم سب کو اچھے نمبروں  
سے کامیاب کرے اور اسلام اور پاکستان کی خدمت کے قابل  
بنائے۔

نتیجہ نکلنے کے بعد ماں کی بیٹے سے کیا توقعات تھیں؟ 10 اپریل 1970ء  
کو لکھتی ہیں۔

دعاؤں کے بعد معلوم ہو کہ تمہارا خط ملا۔ گولڈ میڈل ملنے کی  
بہت خوش ہوئی۔ اللہ مبارک کرے اور تمہیں زندگی میں ہر  
ہر قدم پر بہت سی کامیابیاں اور ترقیاں دے اور امامی  
خدمت کرنے کا زیادہ سے زیادہ موقع فراہم کرے۔ آمین

رسالہ اصلاح و تبلیغ 25 اکتوبر 1970ء  
کیڈٹ کالج حسن ابدال۔ یوم والدین نمبر

## آہ ارشد

— اظہر علی کی موت کے چند ماہ بعد اس کے عزیز دوست اور تحریک پاکستان کے ایک عظیم کارکن، کالج کے سینئر استاد جناب منظور الحق صاحب صدیقی کے نامور فرزند بھی ایک فضائی حادثے کا شکار ہو کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اس سانحے کی خبر سن کر دل پھٹ پڑے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ارشد محمود کے غم میں کالج کی فضا سو گوار ہے، ہر دل بے قرار ہے، ہر آنکھ اشکبار ہے، ہر اپنا پرایا غم گسار ہے۔ لیکن منظور الحق صدیقی صبر و ہمت اور حوصلے کا وہ پہاڑ ہے جس نے مشیت ایزدی کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے کسی قسم کے غم یا مایوسی کو قریب بھی پھٹکنے نہیں دیا۔۔۔۔۔ ارشد محمود نہایت محنتی تھے۔ اطاعت شعاری رکھ رکھاؤ، نفاست، کم گوئی، خوش طبعی، ملنساری، تحمل و بردباری غرض یہ وہ جواہر ہائے گرانمایہ ہیں، جن سے ارشد محمود صدیقی کا تاج حیات مرصع تھا۔ وہ غربا و مساکین کی مدد کرتے تھے۔۔۔"

ایڈیٹر رسالہ: ذوالفقار احمد چیمہ فرسٹ ایئر (حال پی ایس پی)

میری نظر سے اب تک اتنی کم عمر کا کوئی  
انسان نہیں گزرا جسے مرنے کے بعد  
اتنی شدت اور عقیدت کے ساتھ یاد  
کیا گیا ہو۔

## تعزیت

ہر موت پر ایک سا غم نہیں ہوتا۔ ارشد کی اندوہناک موت پر جس طرح تعزیت کی گئی اور مرحوم کو جو خراج عقیدت پیش کیا گیا، خود مجھے اس پر رشک آتا ہے۔ وہ مر کر بھی باپ دادا کا نام روشن کر گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اتنے وسیع پیمانے پر تعزیت نہ کی جاتی تو میری کمر ٹوٹ جاتی۔ ارشد کی خبر فوٹو کے ساتھ تمام اخبارات میں شائع ہوئی۔ پھر دو دفعہ اس سلسلہ میں میرا نام بھی اخبارات میں آیا۔ مگر پھر بھی میرے بہت سے جاننے والوں کو اس کا علم نہیں ہوا۔ اخبار پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے لوگ ایسی خبریں نہیں پڑھتے۔ حد یہ ہے کہ خود اخبار کے ایڈیٹر بھی نہیں پڑھتے۔ میرے تین ایڈیٹر دوستوں کو میرے بتانے پر علم ہوا، حالانکہ ان کے اخبارات میں بھی ارشد اور میرا نام آچکا تھا۔ تاہم تعزیت کے آنے والوں کی تعداد کئی ہزار تھی۔ تعزیت کرنے کا بھی ایک سلیقہ ہوتا ہے۔ ناپسندیدہ طریقوں میں ایک یہ ہے کہ آئے ہیں تعزیت کے لیے اور مجلس میں سیاسی گفتگو شروع کر دی یا اپنے پیشے کے بارے میں یا اپنی ذات کے بارے میں حاضرین کو مستفید کرنے بیٹھ گئے۔ تعزیت میں ایکٹنگ بھی ایک ناپسندیدہ حرکت ہے۔ ایسے ہی ایک ایکٹر کو جو رتبے میں مجھ سے کہیں بالا ہے، مجھے کہنا پڑا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ارشد کی وفات کا مجھ سے بھی زیادہ صدمہ ہوا ہے۔" یہ درست ہے کہ یہ سانحہ ہی ایسا تھا کہ اپنے پرانے سب ٹرپ اٹھے۔ تعزیت کے لئے آنے والوں میں سے بعض تو جذبات سے اتنے مغلوب ہو گئے کہ الٹا مجھے ہی

ان کی تسلی تشفی کرنا پڑی۔ کراچی اور کوئٹہ سے پشاور تک کے آنے والوں میں سینکڑوں ایسے ہیں جن کی معتدل باتوں نے مجھے بہت متاثر کیا۔ ان میں سے کس کس کا ذکر کروں جس کا نہ کروں، دل پر بوجھ رہے گا۔ البتہ غیہ معتدل تعزیتوں میں سے صرف چار کا ذکر کروں گا۔ کیوں کہ یہ چاروں بھی میری تسکین کا باعث بنے۔ صاحب طرز ادیب وہ ہوتا جس کی نقل نہ کی جاسکے، اسی طرح یہ چار بھی صاحب طرز تعزیت گزار تھے جو اپنے اخلاص سے میرے غم کا بوجھ بڑھاتا ہوا گئے۔

مجھے کرنل غلام حیدر ملک لاہور سے آئے۔ اوسے اٹھارہ بیٹھے اور ایک لفظ بھی زبان سے نہیں آیا۔ سلام اور مصافحہ کیا اور چپے گئے۔ اسٹن رشید بھی لاہور سے آئے۔ یہ میرے شاگرد رشید بھی ہیں۔ یہ پنجاب یونیورسٹی کے فنی سائنس امتحان میں اول آئے تھے اور پچھلے غیہ برصغیر کی ہیں جو یہاں پہلے پورہ جونیو کے امتحان میں اول آئے تھے۔ گورنر پنجاب نور خان کے یڈوانٹ بھی روچے ہیں۔ دو گھنٹے بیٹھے باتیں کرتے رہے، ارشد یاس حادثے کا ذکر نہیں چھینا، غریب غم بلکا ہوا گیا۔ اسیف حسن قریشی لاہور سے آئے۔ ارشد یاس کے بزرگ اور بزرگت کی ذمہ داریوں سے مر کھجانے کی فرصت نہیں باقی ہو، ۲۶ گھنٹے میرے ساتھ گزارے جن میں ۱۸ گھنٹے غم و باتیں ہوئی، ہوئی کئی گھنٹے اسیف رشید یاس کے سے متعلق باتوں باتوں میں میرا غم غم کرنے۔ میوں محمد شفیع (م۔ش) لاہور سے آئے۔ پاکستان کے یہ بزرگ صحافی تحریک پاکستان کی ابتداء کرنے والوں میں سے ہیں۔ آئے، باتیں شروع ہوئیں۔ الفاظ کے بجائے آسمانوں کا سمندر



اہل پڑا۔ رومال بالکل تر ہو گیا۔ پانچ منٹ یہ کیفیت رہی۔ میں نے پھر آغاز گفتگو کیا۔ کچھ کہنے لگے مگر پھر آنسوؤں کی زبان اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ۲۰ منٹ تک آنسو ہی آنسو اور یہ آنسو میرا غم بہا کر لے گئے۔

## مزید تعزیت نامے

تعزیت کا خط لکھنا خاصا مشکل کام ہے۔ اس میں بڑے بڑے مصنفین کے قلم رک جاتے ہیں۔ کم علم حضرات اپنے جذبات کے اظہار کے لئے کہاں سے الفاظ لائیں۔ ان کے خط سے اخلاص و محبت کی بو آجاتی ہے۔ متعدد خطوط سے اقتباسات پہلے دیئے جا چکے ہیں۔ یہاں ہم باقی ماندہ سینکڑوں میں سے صرف چند خطوط نقل کرتے ہیں۔ پہلے خط میں تلقین صبر کا انوکھا انداز ملاحظہ ہو۔

①

اللہ دکھائے نہ الم نور نظر کا  
بہ جاتا ہے آنکھوں سے لہو قلب و جگر کا

انا لله و انا اليه راجعون

اے اللہ! ہم تیرے عاجز بندے ہیں اور یہ چند روز مسافرانہ زندگی گزار کر تیرے ہی پاس آنے والے ہیں۔

محترمی صدیقی صاحب!

آپ نے یہ کیا خبر لکھ دی کہ کلیجے میں تیر مار دیا۔ کتنی مختصر اور  
کتنی دل دوز خبر..... اللہ اللہ۔

ایسے جوان، شباب نوخیز، نمونے کی جوانی، شرافت و پاکیزہ کردار،  
میدان مسابقت میں قابلیت کا سنہری معیار، بوڑھے ماں باپ کی پروان چڑھتی  
ہوئی دعائیں آرزوئیں، تمنائیں.... یوں سر رہ گزر پھٹ کر پڑے پڑے ہو  
جائیں.... اُف اُف۔

بیٹے ہم نے تو ابھی تمہیں جی بھر کر دیکھا بھی نہیں تھا۔ جی بھر کے چومان  
تھانہ جی بھر کے تمہاری مرادیں دیکھی تھیں۔ ہم تمہیں پیار سے جب دیکھتے تھے  
تو آنکھیں چرا لیتے تھے کہ تیری خوشنمائی کو تیرے شباب کو، تمہاری قابل رشک  
قابلیت کو نظر نہ لگ جائے۔ مگر یہ کس کی نظر لگ گئی۔

ابچھے ارشد! یہ تقدیر کا پروگرام تھا، قدرت کا نظام تھا۔ اور تقدیر پر کسی  
بے بضاعت انسان کی کیا چل سکتی ہے؟ آدمی نو دل مسوں کے رو جانا چاہتا ہے۔  
آہیں روکن ہی پڑتی ہیں، آنسو پوچھتے ہی پڑتے ہیں، اور جناب خداوندی میں بندہ  
ریز ہو کر صبر کی دعائیں مانگنا ہی پڑتی ہیں۔ ہم بھی صبر کریں۔  
تمہارے عاجز والدین بھی صبر ہی کریں گے اور اپنے شہید بیٹے کی جانی بھائی  
صبر کر کے عقیقی میں بلند درجات اور بلند آرام و انعمی میں عمل کریں۔

ان شہید بیٹے! ہمارے پاس اب تمہیں خوش رہنے کے لئے ماہی اشیاء  
کی بجائے روحانی تحائف ہیں، ہم روزانہ قرآن پڑھتے ہیں، تمہارے لئے دعا ہیں

یا کریں گے، تمہیں قرآن اور دعاؤں کی سوغاتیں بھیجا کریں گے اور تم ان خوب صورت پھولوں سے جھولیاں بھر و گے، ہار گوندھا کرو گے اور جنت الفردوس کے تازہ پھولوں کے ساتھ انہیں بھی اپنے محل کے گلدستوں میں سجایا کرو گے....

آج سو موار ہے کل منگل اور پرسوں بدھ \_\_\_ ہم جمعرات کو پورا قرآن مجید کا ختم کریں گے، کھانا پکائیں گے، اور اپنے شہید بیٹے کو اس کا ثواب بھیجیں گے جس سے ہمارا بیٹا بڑا خوش ہو گا۔ کیوں ارشد بیٹے ٹھیک ہے نا؟؟ \_\_\_

قاضی فیض محی الدین فاطمہ الزہرا۔ گجرات  
ناظم دبیرستان

ء

(۲)

و لنبلو نکم بشی... ہم المہتدون

بھائی صدیقی صاحب! قیامت خیز حادثے کی خبر سے سکتہ کے عالم میں ہوں۔ دل کسی طرح قبول نہیں کرتا کہ فرزند عزیز کل تک صحیح و سالم تندرست زندگی کی تمام امیدوں کے ساتھ ہنس کھیل رہا تھا، پروان چڑھ رہا تھا۔ اور آج آنا فنا میں لبدی نیند سوچکا ہے۔ کس قدر سخت آزمائش ہے۔ انسانی طاقت سے باہر ہے کہ اس صدمہ عظیم کو برداشت کر سکے۔ مگر جس نے یہ غم کا پہاڑ دیا ہے، وہی اس کو سہارنے کی قوت بھی عطا کر سکتا ہے۔

جز تو بہ کہ نالم کہ دگر اور نیست

آنکھیں اشکبار ہیں۔ سینہ فگار ہے۔ اور از سر تا پا لرزہ بر اندام ہوں ارشد محمود آپ کا  
ہی نہیں میرا بھی تو بیٹا ہے! وا حسرتا! وا درد!

لاف دانش غلط و نفع عبادت معلوم  
درد یک ساغر غفقت ہے چہ دنیا و چہ دین

اللہ تعالیٰ آپ سب پر اپنا رحم و کرم فرمائے۔ آمین

سید شیدا عظیم، انس پر نسیں لیدت ہاں پیر

(۳)

برا اور ص۔ اسلام عظیم میں آپ کو دیر سے خط لکھ رہا ہوں آپ سے بات  
جو سانحہ پیش آیا۔ وہ اس قدر خوفناک اور ہوشربا تھا کہ خط لکھنے کی بھی موت نہیں  
پڑتی تھی۔ اتنے بڑے حادثے پر کیا ہم راہی کی جائے۔ کون سے لحاظ اہتمام سے  
جائیں۔ کوئی لفظ اس دکھ کا اظہار نہیں کر سکتا جو آپ کو ہوا۔ غور فرمیں کہ  
اس حادثے کا ذکر کر کے پریشان ہوتے رہے۔ روز خط لکھنے کے وقت نہیں  
سمجھ میں نہ آتا کہ کیا لکھیں۔ آپ کا انداز کا تجربہ ہی ہے اور آپ کا خدا کے  
عمر و عیش کی دولت بھی دکھائی ہے۔ آپ کو پتہ سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔  
ہم اس غم میں آپ کے شریک ہیں اور دعا کرتے ہیں۔ خدا آپ کو ہر لمحہ  
فرمائے۔ میں نے اپنے مرہوم عزیز کو بھی نہیں دیکھا۔ لیکن میں نے اس کی  
بے حد تعریف سنی تھی، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے پاس بلا لیا۔ اس کی مرضی اللہ  
آپ سب کو وصل دے کہ آپ یہ عظیم غم برداشت فرمائیں

(پروفیسر) دانش سماجی

(۴)

مجھے یہ معلوم کر کے انتہائی رنج ہوا ہے کہ آپ کا فرزند ہوائی حادثہ میں شہید ہو گیا ہے۔

انا لله وانا اليه راجعون

اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریقِ رحمت کرے۔ اور آپ کو صبرِ جمیل  
عنایت کرے۔ آمین۔

عبدالحمید نیازی (ڈپٹی کمشنر، حیدرآباد)

(۵)

برادرِ م صدیقی صاحب السلام علیکم

مجھے تو صبر کی روایتی تلقین کرتے ہوئے بھی جھجک محسوس ہو رہی ہے۔  
بھلا جن والدین کا ہونما، نیک سیرت، بااخلاق غرضیکہ ہمہ صفت موصوف  
نوجوان لختِ جگر یوں ہمیشہ کے لئے چھین لیا جائے انہیں صبر آئے تو کیونکر...  
آپ تو خدا کے فضل سے دیندار اور پابندِ شرع انسان ہیں اور مجھ سے زیادہ ان  
باتوں کا علم رکھتے ہیں۔ بس یوں سمجھ لو کہ اللہ میاں نے بر خور دار کو اتنے ہی  
عرصے کے لئے آپ کے سپرد کیا تھا۔ اس مختصر عمر میں مرحوم نے اپنے نیک

والدین کے نقش قدم پر چل کر بہت پاکیزہ زندگی گزاری۔ جس کا صلہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے فردوس بریں کی صورت میں دیا ہو گا...

".... مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حسن ابدال میں جب بھی مرحوم ملے خاندانی روایت کے مطابق پیار اور اخلاق سے ملے۔ اکثر کالج کی مسجد میں ملاقات ہو جاتی تھی اور میری بہت ہی عزت کرتے تھے... والدہ شوکت بیگم صدیقی صاحبہ سے خاص طور پر اظہار افسوس کرتی ہیں یہاں گھر کے ہر فرد کو اس جوان سال نوجوان کی موت کا بے حد افسوس ہے..."

حاجی شیخ بشیر احمد پور

(ایڈٹ کالج کے ایک پرنسپل مسٹر شوکت سلطان کے والد کراچی)

(۶)

"... واقعی ارشد شرافت، قابلیت اور انسانیت کا ایک نمونہ تھا۔ یہ وجہ ہے کہ اس کی یاد اس کے ہر رفیق کار اور واقف کار کے دل میں تازہ نگہ رہتی۔ میری نظر سے اب تک اتنی کم عمر کا کوئی انسان نہیں گزرا جسے مرنے کے بعد اتنی شدت اور عقیدت کے ساتھ یاد کیا گیا ہو۔ اس کی زندگی ایک نمونہ، موت اس کی یاد کار۔ مومن کے لئے شہادت سے زیادہ بڑی وجہ نہیں۔ ارشد وہ یہ محرومی بھی نہ ہوئی۔ شہیدوں کو دعاؤں کی ضرورت نہیں۔ ان کے مراتب خدا کے حضور میں عظیم ہیں۔"

آپ کی محبت و حوصلہ واقعی قابل تحسین ہے۔ خدا نے کیا دل عطا کیا ہے! آپ ہی لوگ ہیں جو خدا کے نزدیک صابر ہیں۔ میرا تبادلہ راولپنڈی کا ہو گیا ہے۔ انشاء اللہ سلام کے لئے حاضر ہونگا۔

والسلام

تابع دار

سعید مہدی" (ابد الین۔ سی ایس پی)

(۷)

" سناٹے میں آگیا۔ کس قدر لامتحان سے گزارا گیا۔ درد کے ساتھ سوچتا ہوں۔ فکر رہبری نہیں کرتا۔ کرب کے ساتھ سوچنا چھوڑ دیتا ہوں، اس موضوع پر کچھ بھی تو نہیں کہا جا سکتا۔ یہ واردات احساس کے ان مرحلوں سے متعلق ہے، جہاں اظہار بے بس ہے، خدامد دگار رہے۔"

سید محمد قاسم رضوی (کمشنر ملتان ڈویژن)

تحریک پاکستان کے ساتھی

⑧

برادر م۔ السلام علیکم

" یقین جانے کہ سن کر بے حد ملال ہوا۔ اس عمر میں جبکہ مرحوم آپ کے لئے ایک مضبوط سہارا بن چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔ صدیقی صاحب آپ سے بہتر کون جانتا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہو۔۔۔۔۔۔"

مخلص

ذی الدین پال

(جج ہائی کورٹ۔ ویسٹ پاکستان۔ ہور)

⑨

یہ سن کر کلیجہ شق ہو گیا کہ آپ کا فرزند دل بند ہوا لی جہاز کے حادثے کا شکار ہو کر اللہ کو پیارا ہو گیا۔ مجھے اس صدمے میں اپنا برابر کا شریک سمجھیے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔  
محمد عبداللہ قسینی (ایڈیٹر اعلیٰ دنیا لاہور)



(۱۰)

گرامی نامہ ملا لیکن بڑی جانکاہ خبر لایا۔ اب سوائے راضی برضار ہنے کے اور چارہ کیا ہے، لیکن یہ ایسے زخم ہوتے ہیں جو اس علاج کے باوجود بھی رستے رہتے ہیں۔ رب العالمین آپ کے خاندان کو صبر عطا فرمائے۔ ایسا ہونہار اور جوان بیٹے کی شہادت قیامت ہے۔

سید پیر حسام الدین راشدی (کراچی)

(۱۱)

دوپہر کے وقت آپ کا جگر خراش خط ملا۔ میں کیا کہوں کہ اسے پڑھ کر دل کی کیفیت کیا ہوئی۔ آپ پر جو قیامت گزری۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے صبر جمیل عطا فرمائے۔

(مولانا غلام رسول مہر لاہور)

12

مجھے کل اس اندوہناک سانحہ کا علم ہوا کہ جو مسافر طیارے کے حادثے میں شہید ہوئے ہیں۔ ان میں آپ کے فرزند ارشد محمود صدیقی بھی تھے۔

انا لله وانا اليه راجعون۔

مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرحوم ایک نہایت ہی لائق و فائق ہونہار انسان تھے اور ان سے ملک و قوم کے حق میں بڑی توقعات وابستہ تھیں۔ یہ خبر میرے لئے سخت صدمے کا موجب ہوئی۔ مگر اللہ کا امر اور اس کی مشیت ہر بات پر غالب اور مقدم ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مرحوم کو جو ارادت میں جگہ دے اور جانکاہ صدمے پر آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اس آپ کے لیے موجب اجر و نفع بنائے۔ مومن کی شان یہی ہے کہ وہ ہر حال میں صابر و شاکر رہے۔ آپ گمراہوں کے دوسرے افراد تک بھی میری تعزیت اور دعائے مغفرت پہنچادیں اور انہیں بھی صبر الی تملقین کریں۔

(مولانا یحییٰ) اہل بیت (ع) (ص ۱۰۰)

## ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی

گھر میں قرآن خوانی توہر روز ہوتی تھی مگر اس خاص مقصد کے لئے زیادہ وقت ہوئی۔ حرمین شریفین اور کیڈٹ کالج حسن ابدال (تین مرتبہ) کے علاوہ حسن ابدال شہر، گولڑہ شریف، نور پور شاہاں، گجرات، گوجرانوالہ، لاہور، سرگودھا، ملتان، کراچی میں چالیسویں تک کلام پاک کے ستر ختم ہوئے۔  
گولڑہ شریف

" بذریعہ کرنل محمد شفیع صاحب، حضرت قبلہ عام (پیر صاحب گولڑہ شریف عرف بابو جی) سے شہید کے لیے دعائے مغفرت کرا دی تھی۔ نیز پانچ قرآن شریف کا ثواب آپ کے ملک کرتا ہوں۔ ان کی روح پر فتوح پر ایصال کر دیں۔  
(مولانا) فیض محمد (لابہرین دربار گولڑہ شریف)  
نور پور شاہاں

" بندے نے مکمل قرآن مجید ختم کروا کر مرحوم کو ایصال ثواب کر دیا۔  
سید محمد قاسم شاہ خطیب جامع مسجد دربار بری لطیف نور پور شاہاں  
گوجرانوالہ

" مرحوم کے لیے پانچ قرآن شریف کے ختم کا ثواب پہنچا دیا ہے۔  
سید مشتاق علی۔ ایڈووکیٹ۔ گوجرانوالہ  
پشاور

" آج سکول میں طلبا سے تین قرآن مجید کا ثواب مرحوم شہید کی روح کو ایصال کیا گیا۔ معصوم بچوں کی دعائے مغفرت اللہ کریم مرحوم شہید ارشد محمود کے حق میں ضرور قبول کریگا  
"... تاج محمد صدیقی القادری۔ یکہ توت پشاور

## نوٹس

بسم الله الرحمن الرحيم

کیڈٹ کالج میں اپنے شہید بھائی ارشد محمود صدیقی کی یاد میں مورخہ  
13-9-70 بروز اتوار کالج میں رسم چہلم کے موقع پر عزیز واقارب اور کالج  
برادری کی طرف سے قرآن خوانی کا پروگرام:

وقت:- صبح 10 بجے سے 11:00 بجے

تمام برادران کالج اس غم انگیز فضائی حادثہ سے باخبر ہو چکے ہیں۔ جس  
میں ہمارے استاد محترم جناب پروفیسر منظور الحق صدیقی صاحب کے جواں سال  
اور جواں نخت فرزند 6 اگست 1970ء کو برضائے الہی مع دیگر 29 مسافروں کے  
شہید ہو گئے ہیں۔ اللہ کریم کی مغفرت فرمائے! آمین

انا لله وانا اليه راجعون۔

کل بروز اتوار 13 ستمبر 1970ء کو ملت اسلامیہ کے بلند نخت فرزند اور  
ہم تمام کے عزیز بھائی ارشد محمود صدیقی کے والدین کرام رسم چہلم کے موقع پر  
حد درجہ منتظم طور پر قرآن خوانی کا انتظام فرماتے ہیں۔ تاکہ تمامی شہداء کی  
روح مبارک کو زیادہ سے زیادہ حد تک قرآن پاک کی تلاوت کر کے ثواب عظیمہ  
مقدس تحفہ پیش کیا جائے۔ اس مقدس تقریب میں شرکت لینے تمام واجب  
الاحترام و مکرم اساتذہ کرام، سینئر اور جونیئر تمام کیڈٹ بھائیوں اور دیگر تمام  
کالج بھائیوں کو قرآن خوانی میں شرکت کی دعوت پیش کی جاتی ہے۔

وقت: صبح 10 بجے سے گیارہ بجے۔ تقریباً ایک گھنٹہ کے لئے ہوگی۔

نوٹ: جو بھائی تلاوت نہیں کر سکتے وہ بھی تشریف لا کر قرآن کی مجلس میں مسجد میں بیٹھ کر کھجور کی گٹھلیوں پر درود شریف اور سورۃ اخلاص اور کلمہ طیبہ پڑھتے رہیں۔

## ارشاد محمود کی روح کو ایصالِ ثواب

چالیسویں پر بتاریخ 13 ستمبر 1970ء

کیڈٹ کالج حسن ابدال

یہ قرآن خوانی کالج کی مسجد میں ہوئی۔ مسجد بھر گئی۔ تو باہر بھی لوگ قرآن شریف پڑھتے رہے۔ پڑھنے والوں میں کالج کے طلبا تین سو کے قریب تھے۔ ان کے علاوہ اساتذہ کرام، کالج کے کچھ اور ملازم، میرے رشتہ دار اور احباب سو سے زیادہ تھے ان میں سے جنکے دستخط محفوظ رہ سکے ان کے نام یہاں لکھے

صدیق الرحمن،	بربان الحق،	آصف جاوید چوہدری،
عبدالوہاب شیخ،	سلیم پرویز خان،	وسعی الحق،
عارف محمود،	محمد طارق،	انظر رشید،
علی افتخار مجید،	ذوالفقار احمد چیمہ،	مرزا نعیم بگ،
غیاث الدین بلبن،	محمد عتیق،	عمران اسلم مفتی،
احسان احمد خان،	عتیق یونس،	امتیاز خالد،
مرزا سر بلند علی خان،	جاوید اقبال،	عبدالمتین،
ظفر حسن خان،	افضال حسین،	سید سیف الدین،

خلیل الرحمن ،	انجم رضا باجوہ	شاہد نثار خالد ،
ریاض انور بشیر	عدنان یوسف منظور ،	خالد سعود ،
عابد حسین ،	محمود خان ،	شاہد بشیر ،
پرویز اقبال	احمد اقبال ،	عبدالطاہر ،
بابر رشید ،	اللہ بخش ،	بابر عنایت اللہ ،
عرفان بخش ،	عثمان قیوم ،	محمد عارف حسن خان ،
نعمان صدیقی ،	سیم احمد ،	فرخ مرزا ،
عبدالرحمن ،	منصور اعجاز ،	فرخ حمید اعظمی ،
محمد یوسف ،	محمد رفیق ،	محمد سلیمان ،
محمد علی بخاری ،	چوہدری محمد حسین ،	نذر صابری ،
اشتیاق حسین ،	اولیٰ مسیحی ،	ناصر جاوید ،
محمد زاہد حسین ،	مختار احمد ،	فضل حسین ،
میران بشیر احمد ،	امجد حیات ،	محمد فاروق احمد ،
احسن ندیم ،	حاجی محمد شہباز رحمانی ،	محمد ثاقب عباسی ،
شعیب اشتیاق	محمد عسکری ،	سعود احمد خان ،
سید بابا حسین ،	رفعتوان اللہ خان ،	خالد محسن ،
سید محمد منیر ،	ثروت علی ،	مسعود قادر ،
مجت علی ،	عبدالقادر ،	عبدالرؤف ،
امدیار ندیال	شمس الحق ،	محمد یسین ،

طارق سراج،	محمد نوید مرزا،	افضل،
رانا وقار،	زاہد حسین ڈوگر،	شجاعت ضمیر ڈار،
محمد رفیق الدین،	اختر وحید،	سید نجم واسطی،
محمد خورشید،	تنویر احمد شیخ،	شیخ طاہر عزیز،
ایاز سلیم،	جمیل خٹک،	طیب علی،
اویس اعلیٰ،		محمد عارف یعقوب،
اسعد نعیم،	طارق عمر،	تنویر رفیع،
شکیل احمد رحمانی،	اطہر ساجد،	واجد علی،
مبین شریف،	ہمایوں مرزا،	کمال الدین ٹیپو،
پرویز انور،	نجم عظمت،	آفتاب قادر،
رشید احمد،	وسیم عارف،	فیاض ملک،
عظمت ممتاز،	آغا عنایت اللہ خان،	خورشید سکندر،
حفیظ اللہ،	خلیل احمد،	عبدالرشید،
طارق محمود،	اطہر علی بخاری،	طارق محمود،
	شائق سہیل جعفر خواجہ،	التفات علی،
محفوظ الرحمن خان	امین اللہ،	محمد زبیر خان،
محمد ہادی،	محمود اللہ،	شفاء اللہ صدیقی،
	فیاض محمد خان،	نسیم الدین، مختار احمد،
عنایت اللہ،	کامران احمد ڈارچ،	کمال اطہر،

عمر عزیز،	عبدالشکور امجد،	مزل الحق چوہدری،
طارق علی خان،	فرخ حیات،	دلشاد حسین،
ظفر علی،	مبین قاسم،	ساجد علی خان،
نبیل اطہر،	شاہ شوکت،	عمر تصدق،
ایاز الاسلام،	اظہر ابرار،	رضوان احسن،
جمیل احمد ملک،	ندیم مرزا،	آصف اقبال،
شمشاد احمد صدیقی،	امتیاز احمد،	محسن کمال،
محمد ذکا اللہ،	سبحر رفیع الدین باور،	شیخ محمد ایاز،
رانا مظاہر فیروز،	غلام شبیر پرویز،	غلام محمد،
آرام الحق،	ایب نیاز،	حامد منصور،
شاہد عزیز خان امجد،	اجاز حسین ملک،	سیم حسرت،
ملک بشید،	ولید حیدر،	بایدین،
محمد نعیم،	محمد فیضان،	احمد نقیصی،
شجاع الحسن،	مقبول ارشد خان،	مظہر علی،
حامد شفیق،	ابرار ارشد،	محمد شمیم الحق،
حامد گلزار،	سلطان محمود،	محمد مہدی،
زاہد محمود،	بارون آصف خان،	محمد جمیل اختر،
محمد شعیب شفیق،	جواد سادق،	محمد فروق خان،
حافظ محمد شاہ،	محمد رمضان،	حافظ ظہور احمد،



اظہار حسین شاہ،	فاروق احمد خان،	احمد ندیم،
سید محسن رضا،	وسیم اللہ بابر،	تنویر وقار،
عاصم کمال مفتی،	ضیغم حسین،	جمشید نیازی،
ندیم حسن،	طیب اکرم،	محمد ایوب احسن،
سردار عالم،	سعید احمد،	نذر محی الدین،
امجد علی خان،	انوار الحق،	خواجہ محمد زاہد،
نادر حسن،	ہارون واحد،	اعظم یوسف،
ساجد رضوی،	ذاکر حبیب خان،	رضوان اللہ چیمہ،
نور الہدیٰ صدیقی،	سلیم رانا،	علی رضا،
محمد اذکار الحق،	عبد الحق خان،	محمد اکبر خان،
محمد اصغر،		افتخار الحق ابن محمد اذکار الحق،
طارق رشید،		رنل ایس ایم شفیق اسلام آباد،
محمد صادق،	محمد ریاض باجوہ،	محمد وسیم مرزا،
غفور مغل،	حمید الظفر خان،	فقیر محمد،
منصور احمد،		سکو اوڈرن لیڈر مرزا انثار علی بیگ،
افضال حسین خان،		بشارت رسول (سی ایس پی)،
انعام علی	بشیر احمد اطہر،	علی اطہر جعفری،
		ارشاد علی توصیف، ٹی اے۔ بخاری (انگریزی میں)

محمد حسین چوہدری،	امیر الدین صدیقی،	عبدل ساجد،
ساجد خان،	سلطان محمد ڈرائیور،	طارق ترین،
مصباح الحسنین،	نثار احمد سلیمی،	جاوید حسن نیازی،
سید ظفر علی بخاری،	نور الہی صوبیدار ماربل انڈسٹری راولپنڈی،	میجر محمود الحسن سید،
میجر جنرل عبدالرحیم خان (پنجاب)		

## بیت اللہ شریف میں

"... 28 اگست کو بعد نماز جمعہ خانہ کعبہ کے سامنے بیٹھ کر قرآن خوانی کی گئی اور مرحوم کی روح کو ایصالِ ثواب کیا گیا۔ یہاں پاکستان اتمپسی کے ہائی سکول کے محترم قاری صاحب جو کہ قرآن خوانی میں شریک تھے اختتام پر والدین اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمانے سے یاد کیا۔ اس درود دعا سے حاضرین اجتماع کافی متاثر ہوئے۔ اجتماعی قرآن خوانی میں مقامی لوگوں نے کثرت سے حصہ لیا۔ آپ حیران ہونگے کہ وقت کی کمی کی وجہ سے یہاں جدہ میں کئی ایک بلکہ زیادہ تر پاکستانی بھائیوں سے اس قرآن خوانی میں شرکت کیلئے ذکر نہ کر سکا تھا۔ مگر اللہ کا کرم دیکھئے۔ جیسے ہی میں سپارے لیکر بیٹھا چند سیکنڈ میں مقامی لوگوں نے تمام سپارے اٹھائے۔ جیسے کہ اللہ نے اس نیک کام کے لئے آسمان سے فرشتے اتار دیئے ہوں۔ تقریباً پندرہ بیس منٹ میں پورا قرآن پڑھ کر ختم کر دیا گیا۔ اس کے فوراً بعد ہی قاری صاحب نے جامع دعا و فاتحہ پڑھی۔ اس کے بعد غربا میں روٹیاں تقسیم کی گئیں۔

دوسرے جمعہ میں مدینہ منورہ پہنچا۔ فجر کی نماز کے بعد ریاض الجنۃ میں

بیٹھ کر مرحوم کی روح کو ایصالِ ثواب پہنچایا اور مغفرت کے لیے دُعا کی..."

الطاف الرحمان اقصائی العالج <sup>لطبعی</sup> فزیو تھر اپسٹ۔ جدہ)

## لاہور میں تعزیتی اجلاس

30 اگست 1970ء کو صبح 10 بجے 103 شاہراہ قائد اعظم پر ارشد محمود کی یاد میں کیڈٹ کالج اولڈ بوائز ایسوسی ایشن نے ایک تعزیتی اجلاس منعقد کیا۔ اس اجلاس کا اعلان اخبار میں کر دیا گیا تھا۔ اس لئے اس میں میرے رشتہ دار اور احباب بھی شریک ہوئے۔ تمام کارروائی ریکارڈ کی گئی۔ مقررین کا تعین نہیں کیا گیا تھا۔ اس لئے تقریر کے لئے کوئی تیار ہو کر نہیں آیا تھا۔ تقریر کرنے والے دو تین ایسے احباب بھی تھے جنہوں نے ارشد محمود کو دیکھا بھی نہ تھا۔ کسی نے انگریزی میں تقریر کی تو کسی نے اردو میں۔ ان تقریر کے کچھ کچھ حصے پیش کئے جا رہے ہیں۔ دو سو کرسیوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ سو کے قریب حاضرین کو کھڑا رہنا پڑا۔ جلسے کا انتظام ابدالین جاوید اختر چھٹہ نے کیا تھا۔ ان کے خصوصی معاون تین اور ابدالین شاہد سمیع قادری، خالد سعید اور اسماعیل مدد تھے۔ حاضرین کے دستخط لے لئے گئے تھے۔ وہ دستخط اور پتے جوں کے توں طبع ثانی میں دئے جا رہے ہیں۔ ان میں کئی ان حضرات کے نام نہیں جنہوں نے تقریریں کی تھیں۔ تین نام اور ہیں جو موجود تھے۔

- 1- منظور الہی ربانی ڈائریکٹ جنرل ایجوکیشن پنجاب  
سنٹرل ٹریننگ کالج میں میرے ساتھ تھے۔ انہیں قائد اعظم  
سے خط و کتابت کا شرف حاصل ہے۔
- 2- شفاء اللہ صدیقی (ارشد محمود - بیچا) 3- مشہور احمد صدیقی

مشركائے تفریحی علیحدہ منعقدہ ۱۰۳ اشیا ہر ماہ قائلہ اعظم لاہور۔ (۲۰۰۱ اگست تا ۱۹۹۸)

Farid Akhtar Chakha } 66-5 Model Town,  
Mstamand Shakhia } HATHORE.

Shahid Sami Badi 457-N Samund, Lahore

Mohammad Tariq 2 - Milk Lahore

Masroor Bano. 148-Sr, Model Town Lahore.

Hamid-ul-Islam 53-Union Park, Samund, Lahore

M. Iqbal Khan 383-N Samund, Lahore

Khalid Saad. 8, Banker Bldg, Q.D. 2. III  
Lahore

Khalid Najiuddin Ahmad  
Mansour Saeed. 101/A St. Peter's  
1 Hayes Lane. Laure Laure Laure Laure  
139-B. Aknand Park.  
Laure

DR. Muhammad J. Laure 31-H Gabeling III  
Laure

Farooq Hamid 29F- Hall Engineering Univ  
Laure Laure  
% Mr. Hamid Ullah  
Conservator of Forests  
Muzaffargarh AIC  
SA Laure Laure

MASOOD SAID

Name	Address	Ident. / Permit No.
H. Slegas	391 - Annamabud Dahru	Same. No.
JAFAN OMAR	70. C Model Town Lahore.	Same
Hawoon Qh san	Gulab Devi Hospital Ferozpur Road Lahore.	Same
M. Saeed Hekki	8. Haqson Road, Lahore	"
Riaz Ahmad Malik	Finance Services Waketon,	"
Capt. P. I. Mallid	3 Engros Ben Lahore Cantt.	"
Akif Sidi	15 Dandpur Road, Lahore 3.	"
M. Mungar Ghatt.	Almas Club, Ferozpur	"
Ahmad Ajam	47. T. A.C. CTR	"

Syed Saif Kausar

1186, Wellington Mall, Lh.

Dr. Anam Ali Shah

142-B Model Town Lahore

M. Asim

Minhaj. Road, Lh.

Mohd Tariq

220-A  
Saeed Road,

Lahore Cantt.

Rahid Aziz

Room 112 Zuhra Hall

Maile Saad Sarwar

Eighn. Linnal Lahore

Tajammal Husain Bachara

115-A, New Model Town Lahore

Ahmed Akif Mirza

25- Mayo Gardens, Lahore

Munir Ptohs - Syed

S/O M.A. Syed Assistant Director  
Labour Welfare 82, UPPER  
PHIL LAHORE.

Mohammad Naeem

H/No 189 Minhaj Street Garden

Shafiq Ahmed Akbar

Shahu - 3 Lahore  
% Director Punjab Cantt  
New Kot Radha Park

M Naeem Khan

57, J-Model Town Lahore



S. M. Akram

تذکرہ طالبان

آئینہ ابرار

۲۲۱

پتوئی سہیل

۲۸- Model Road LHR

Managing Director  
Swaraq Publications Ltd

Bund Road

Lahore.



60-A-177 Road Lahore

۲۸- Model Road

P...

Mr. Shafiq

1st June

Muzaffargarh

Handwritten signature

M. Shams-ul-Din

Constables Khudoni Meja

CHQ

1st June

Radio Pak. / etc

Radio Pak. / etc

Handwritten signature

Handwritten signature

Handwritten signature

Aurangzeb Khan:

1093 Conque Road Lahore.

محمد عبدالعزیز خان، پتہ سرائی ابدولرزاق خان۔

31 ذوالفقار خان

بلوچستان ہیکر

32

ڈاکٹر شفیع، سٹور روڈ، ڈیڑھ  
کلیں البجورہ، خیال شہر، شیخوپورہ، پاکستان

34 سبلاست جامع

35 نینال

31 تھانہ

36 ریسٹورنٹ لکھنؤ  
سٹی، سٹی، پٹی، پٹی، پٹی

M. Ash

M. A. M. S.

Examiner

Handwritten signature

Mr. Abdul Haseeb

Mansoor Ahmed  
Chandani

Olga Ahmad

Dept. of History

The Punjab University

Lahore.

Old Muzia Road/Office

73A Naini Road

Chandani

Chandani

Mansoor Ahmed

36. J.C. College, Lahore

Mansoor Ahmed

Chandani

Chandani

House No 5-Range

No 2 of same

Umanan. ul. 22

Both yellow  
170 ANWARIKALI  
D/P  
LALHORE

Gaj Ahmad Bhatti

10- Shal mang Mangid  
Shaw Bakt Bagan  
Jalaha.

Mud. Afzal

Tarig Mangal, wajiyah  
along

M. J. J. J. J. J.

Shal Mangal Lalaha.  
95 Gulie 2 III  
Jalaha

Shal Mangal Fati (Muck)

Chamhanji Ghilshah

Wahid

9c Ghilshah  
Lahore

TAUQIE AHMAD

do, Civil lines Sheikhupura

Imtiaz Hussain Malik

S, Karol Park Ferozpur  
Road Jhelma Lahore

Eulgeron

90 Raja Akbar Kala Ahlu

21/4 Lita Road Lahore

Mehmood Ahmad Malik

105 upkhis Mooli

Sialkot

Lahore

Khalid Farid Qasbi

Multan Road, Lahore.

Balwan. The 20 Race course Road LHR.

Khanuja. M. Asif

Sia West

Capt. Perwaiz Khan

26 Car Jhelum

M. Jamail Malik

28 Nislaft Road,  
LH.

Wali Ahmad Khan }  
 Hakim Abi }  
 Khalid Khan  
 Abdus Wahid  
 Ghulam Hassan  
 Atman Ahmad  
 Syed Akbar Abbas Faridi  
 Tariq Nazim  
 Usman Daryagan  
 Abdul Wahid  
 Ghulam Zafar Khan  
 M. Anif Hassan Khan  
 R-21-55-311. AMMED

Durrani, Zubei Han  
 Eng. Dr. Kh.  
 Eng. Sami Uddin  
 Eng. Mir. Javed  
 Eng. Amir, 24R  
 13, Bahawalpur Road  
 Multan.  
 Engs. University  
 E. Hall  
 (e.c.H.A.)  
 (e.c.H.)  
 (e.c.H.)  
 (e.c.H.)  
 16-Edhwa Street  
 Kohistan Nagar

Michael Attridge. Emerg. Varsity LHR. 35 - Duxford.

Arthur. Gains

Emerg. Varsity

Rajiv of Amber Mirza

(Aishwariya Redic-Barn)

18/10/11

(18/10/11)

Richard A. Khan

(N. Manager  
Brahmanay LHS JHR)

Richard Golewin

Asswade

Parasuram

H. Agurof Sidligui (18 - Sarda Road,  
Calcutta)



Masir Durrani (C.C.H)

Masir Durrani (C.C.H)

M. Durrani Arabi Egypt. Varsity

Masir Durrani (C.C.H)

Masir Durrani (C.C.H)

Masir Durrani (C.C.H)

Masir Durrani (C.C.H)

Masir Durrani 21- Nislet Road, LHR.

Masir Durrani 61-D- Egypt. Varsity LHR

Masir Durrani 167. Officers Colony  
Rashiduddin Khalid Khan - e - Fozat  
Sh. Sult.

Gawer Ahmad

18-A, Gharialbad,  
Qanda Road,  
Lahore.

S. Nazimul Hasan Alhadi

59 N,  
Samanehaji  
Faisalabad

100 N - 501 Diller 's' Kicik C-11 N  
Sialkot. Ahmad Iqbal

S. P. M. Fine No. 1000.

Present Sec. Coker College Ferozabad

Fazal Haq

Kangra in Punjab.

Mahant

Coker - College, H. P.

Jawad A

178 N. K. M. T. S.  
Kishan Nagar  
Lahore.

## جلسے کی کارروائی

جلسے کا آغاز ریڈیو پاکستان کے قاری عبدالمجید نے سورہ بقرہ آیت ۱۵۳

تا ۱۵ کی تلاوت سے کیا۔ اردو میں ترجمہ یہ ہے۔

ترجمہ : مومنو! جب تمہیں کسی مصیبت سے دوچار ہونا پڑے تو صبر اور نماز سے مدد لو اور اس بات کو کبھی نہ بھولو کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور جو لوگ راہ خدا میں جان کی بازی ہار گئے انہیں مردہ نہ کہو۔ وہ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ لیکن ان کی زندگی تمہاری سمجھ اور شعور سے باہر ہے اور اس دار فانی میں ہم تمہیں آزمائیں گے اور اس آزمائش کی صورت یہ ہوگی کہ کبھی تمہیں خوف سے دوچار ہونا پڑے گا۔ کبھی بھوک کی مصیبتیں اٹھانی پڑیں گی اور کبھی تمہاری جانوں میں نقصان واقع ہوگا اور کبھی تمہیں مالی نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا اور کبھی تمہاری اولاد اور پھلوں سے تمہیں نقصان آئے گا۔ میرے پیغمبر صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دیجئے۔ ان کے لئے بشارت ہے کہ انہیں جب کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کا مال ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ جن پر ان کے پروردگار کی طرف سے رحمتیں نازل ہوں گی اور اس کی طرف سے نوزشات کی بارش ہوگی اور یہی وہ لوگ ہیں جو راہ ہدایت پر ہیں۔

وما علینا الی البلاغ

تلاوت کے بعد مرحوم کے ابد الین مداح اور میرے پانچ احباب نے اظہار خیال کیا۔

- 1- شاہد سمیع قادری
- 2- مظفر غفار
- 3- خالد فرید قادر
- 4- شاہد احمد خان
- 5- عبدالحق
- 6- الطاف حسن قرشی (مدیر اردو ڈائجسٹ، لاہور)
- 7- پروفیسر سید وزیر الحسن عابدی (اورینٹل کالج لاہور)
- 8- حکیم آفتاب احمد قرشی ایم اے
- 9- ملک شمس (سابق ناظم جناب گمر، لاہور)
- 10- ظہور عالم شہید (صدر نیشنل یونین آف جرنلسٹس، پاکستان)

صفحات آئندہ میں ان کی اردو اور انگریزی میں تقریر کا متن ملاحظہ ہو۔  
میں نے اپنی اختتامی تقریر میں حادثے کی تفصیلات بیان کیں اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ اجلاس کا اختتام فاتحہ خوانی اور دعا کے معظمت پر ہوا۔ یہ خبر روزنامہ "شرفی" لاہور، 31 اگست 1970ء کے صفحہ 2 پر شائع ہوئی۔

## تقریر عبدالحق متعلم انجینئرنگ یونیورسٹی

اس پورے کنبے کے ساتھ ہمیں خاص انس پیدا ہو گیا ہے۔ انہیں ہم سے محبت ہے اور ہمیں اس سارے خاندان کا احترام ہے۔ ہم اس لحاظ سے اپنے آپ کو اسی کنبے کا فرد سمجھتے ہیں۔ اور اسے صدیقی صاحب کا نہیں اپنا دکھ سمجھ کر اپنے دل پر لیتے ہیں اس موت سے جتنا ہمیں افسوس ہوا ہے۔ اس کا ذکر میں دوسرے ابدالین کی طرف سے بھی کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ صدیقی صاحب نے ہمارے ساتھ جو نیکیاں کی ہوئی ہیں۔ اگر وہ سارے ابدالین گننا شروع کر دیں تو میرے خیال میں کئی دن لگ جائیں گے اور اس کے بعد لوگوں کو تھوڑی تھوڑی دیر بعد باتیں یاد آتی رہیں گئی کہ میرے ساتھ ایک اور واقعہ ہوا تھا تو یہ سلسلہ ختم نہیں ہو سکتا۔ اس لیے میں صرف یہ کہنا سمجھتا ہوں کہ صدیقی صاحب نے ہمارے ساتھ جتنے احسانات کیے ہیں اور ارشد محمود صدیقی جس محبت کے ساتھ ہم سے ملتے تھے وہ ہمیں ساری عمر یاد آتی رہیں گی... قوم کو اس کی ضرورت تھی....

شاہد احمد خان (ورکس میجر شاہنواز لمیٹڈ لاہور)

..... میں شاہنواز لمیٹڈ کی نمائندگی کر رہا ہوں..... میں خوش تھا کہ

ایک ابدالین شاہنواز لمیٹڈ میں آگیا... میں شاہنواز لمیٹڈ کی جانب سے کہنا چاہتا ہوں کہ ہمیں ایسے نفیس اور محنتی نوجوان سے محروم ہو جانے کا بہت صدمہ ہے۔ یہ صرف شاہنواز لمیٹڈ ہی میں نہیں، بلکہ ملک میں بھی امتیاز حاصل کرتا۔

## الطاف حسن قریشی (مدیر اردو ڈائجسٹ، لاہور)

..... مجھے اس کا اقرار ہے کہ کل تک مجھے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ میرے دوست صدیقی جو میرے انتہائی عزیز دوست ہیں، کاپچہ اس حادثے کا شکار ہو گیا۔ انہوں نے اپنے بچے کی موت کی خبر مجھے جس عزم اور جس پورے استقلال اور اعتماد کے ساتھ سنائی اس نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا۔ مجھے یہ احساس ہوا کہ جسے خدا کی ذات پر کامل یقین ہو وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کی اپنی ذات بھی فانی ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اسے دیا ہے وہ بھی فانی ہے، اور خدا جس وقت جس چیز کو لینا چاہتا ہے ایک مومن بارخدا اور غیبت اسے قبول کرتا ہے، اور کوشش کرتا ہے کہ خدا کی کسی بات پر شکایت یا گلے کا لہجہ اختیار نہ کرے۔ میں صدیقی صاحب سے ان مسائل سے بہت متاثر ہوا ہوں، اور مجھے ان کے لب و لہجہ اور اس رویے سے اتنا متاثر ہوا ہے کہ خدا کی ذات پر میرے یقین بڑھ گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان جیسی شخصیت ہمیں بڑے سے بڑے حادثے اور بڑے سے بڑے مصائب کا مقابلہ کرنے کا سبق دیتی ہے۔

دوسری بات جس نے مجھے بحد متاثر کیا وہ یہ ہے کہ صدیقی صاحب و

میں چارپانچ برس سے جانتا ہوں اور مجھے ان کی خوبیوں کا بخوبی علم ہے مگر اس بات کا علم مجھے آج ہوا ہے کہ انہوں نے اپنے بچوں کی تربیت میں اتنا وقت لگایا اور اتنی محنت کی ہے کہ ان کے بچے پاکستان کے نہ صرف اچھے شہری بنے بلکہ انہوں نے ایک ایسا مقام بنایا جس پر قوم فخر کر سکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صدیقی صاحب نے والد کی حیثیت سے پوری قوم کو احساس دلایا ہے کہ ہماری اصل دولت بچے ہیں اور ہمیں ان پر پوری محنت کرنی چاہئے اور اپنے بچوں کا کردار اتنا اچھا بنانا چاہئے کہ وہ جہاں بھی ہوں اپنے کردار کی عظمت کا اظہار کر سکیں اور پوری قوم کے اندر ایک قیمتی اضافے کا باعث بن سکیں۔.....

## پروفیسر وزیر الحسن عابدی

..... مجھے پروفیسر منظور الحق صدیقی صاحب سے ساہا سال سے ارادت حاصل ہے، ان کی تصنیفات بھی میری نظر سے گزری ہیں۔ میں ان کے تاریخی خاندان سے متعلق معلومات رکھتا ہوں۔ ہماری تہذیب کے میدانِ علم و فضل والے جن خاندانوں کا ذکر اہمیت رکھتا ہے ان میں ایک خاندان پروفیسر منظور الحق صدیقی کا ہے۔ خاص طور پر شمال ہند، دہلی اور اطراف دہلی کی جو اسلامی تہذیبی تاریخ ہے اس میں ان کے بزرگوں کی بڑی خدمات ہیں۔ وہ خدمات کتابوں ہی میں محفوظ نہیں بلکہ اس خاندان کے افراد کے اخلاق میں بھی منعکس ہیں۔ جن لوگوں کو اس خاندان کے افراد سے تعارف حاصل ہے، وہ اس

حقیقت کو جانتے ہیں، حسن گفتار، حسن اخلاق، حسن معاشرت، ذہانت، علمیت اپنے بزرگوں کے ورثے سے وابستگی..... یہ وہ چیزیں ہیں جو ان کے خاندان میں ہمیں ملتی ہیں۔ وہ مرحوم جو اٹھ گیا، نمونہ تھا، اس خاندان کے اخلاق کا اور اس کا اٹھ جانا اس خاندان کے لئے ہی نہیں، بلکہ ملت کے لئے باعث حزن و اندوہ ہے..... نہ صرف یہ خاندان ایک ذہین، ممتاز، شریف، بلند کردار شخص سے محروم ہو گیا، ایسے ہونمار فرد سے جس کا مستقبل بڑا درخشاں تھا، جس نے 20 سال کی عمر میں علم کے مراحل اس امتیاز کے ساتھ طے کئے، جو ایک نمونے کا نوجوان طالب علم تھا، دانش گاہ پنجاب میں اپنے فن میں منفرد و ممتاز تھا۔ بلکہ اس نوجوان کا اٹھ جانا پوری ملت کے لئے باعث رنج و اندوہ ہے۔ خاص طور پر اس دور میں جب کہ ہماری نظریں نئی نسل میں ایسے نوجوانوں کو ڈھونڈتی ہیں جو ایسے کمالات کے مالک ہوں، ایسے امتیازات کے مالک ہوں۔

میں الفاظ میں بیان کرتے ہوئے جھجک رہا ہوں کیونکہ پروفیسر منظورالحق صاحب صدیقی تشریف فرما ہیں۔ آپ سب کو احساس ہو گا کہ کس صبر سے کس حوصلے سے، کس ہمت سے، کس بلند اخلاقی سے ہماری ملت کے اس اس فاضل پروفیسر نے اس رنج کو برداشت کیا..... یہ بڑی بلند کرداری کا ثبوت ہے....."

## حکیم آفتاب احمد قرشی ایم اے

"... اولاد اور پھر ایسی ہونمار اولاد کا، ایسے نیک، صالح اور قابل فرزند کا

رخصت ہونا اور پھر ایسے حادثے میں جدا ہو جانا قیامت سے کم نہیں۔



جناب منظور الحق صدیقی سے مجھے عرصے سے نیاز مندی کا شرف حاصل ہے۔ صدیقی صاحب ایک تعلیمی ادارے سے وابستہ ہیں اور بہت سے نوجوان انہیں استاد اور ماہر تعلیم کی حیثیت سے جانتے ہیں، لیکن میری نیاز مندی اس بنا پر تھی اور اب بھی ہے کہ صدیقی صاحب نے تحریک پاکستان میں ایک بہت بڑے رہنما کی حیثیت سے کام کیا.... انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے نامساعد حالات اور کٹھن مشکلات کے باوجود پاکستان کانفرنس کا لاہور میں انعقاد کیا (۱۹۴۱ء)۔ سب سے اہم بڑی بات یہ ہوئی کہ انہوں نے پنجاب کے مسلمانوں میں ملی جذبے کو بیدار کیا اور وہ احساس پیدا کیا جس کا نتیجہ پاکستان کی شکل میں نمودار ہوا۔ میں یہ اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ آپ کو علم ہو جائے کہ جناب منظور الحق صدیقی کس قدر درد مند دل رکھتے ہیں اور جب ان پر یہ حادثہ بیتا ہو گا تو کس قدر قیامت ان پر گزری ہوگی۔

عزیز مکرم سے مجھے گزشتہ سال ملنے کا اتفاق ہو۔ انجینئرنگ یونیورسٹی سے کامیاب ہونے کے بعد وہ لاہور میں مجھے ملے اور بتایا کہ والد صاحب نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں آپ سے ملوں پھر کئی بار تشریف لائے، میں ان سے مل کر بے حد خوش ہوا۔ مجھے ان کی صورت میں اپنے عزیز دوست منظور الحق صدیقی صاحب کی جھلک نظر آتی تھی، وہی متانت و سنجیدگی اور وہی خلوص و شائستگی، میں بہت خوش ہوا کرتا تھا کہ اس دور میں بھی ایسے نوجوان ہیں جو نہ صرف قابل ہیں۔ بلکہ متین، سنجیدہ اور باادب ہیں...."



تاریخ میں انہوں نے اپنے خاندان کی جو تاریخ لکھی ہے۔ وہ بذات خود ہماری اسلامی تہذیب کا ایک اہم باب ہے۔ اس اجتماع میں آتے ہوئے جب ان سے ملا اور انہوں نے جس طرح میرے ساتھ مصافحہ کیا اور ملاقات کی تو معلوم ہو کہ وہ بے پناہ صبر، بے پناہ تحمل اور بے پناہ برداشت کے مالک ہیں۔۔۔۔"

### ظہور عالم شہید (صدر نیشنل یونین آف جرنلسٹس)

"حضرت صدیقی صاحب کو اس وقت جو صدمہ ہوا ہے حقیقت یہ ہے کہ وہ ہم سب کا صدمہ ہے۔ صدیقی صاحب کے ساتھ آج سے بائیس تیس بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ پہلے ہمیں تحریک پاکستان کے زمانے میں کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ اس زمانے میں انہوں نے جو قربانیاں دیں، ان سے ان کے ساتھی بخوبی واقف ہیں۔ انہوں نے تعلیم کا پیشہ بھی اسی لئے اختیار کیا تھا کہ وہ اس کے ذریعے نوجوان پود کی صحیح رہنمائی کا حق ادا کر سکیں گے۔ ہمیں یہ علم نہیں تھا کہ جس صدیقی نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر قربانیاں دیں، اسے اس عمر میں اپنے بچے کی بھی قربانی دینا پڑے گی۔ آپ حضرات جانتے ہیں کہ صدیقی کا بیٹا کتنا ہونہار تھا۔ اگر وہ زندہ رہتا تو اس کا مسلک بھی وہی ہوتا جو اس کے والد کا تھا۔ اس وقت جب کہ ہم سب یہاں جمع ہیں تو یقین مانئے کہ میرا احساس یہ ہے کہ یہ صدیقی کا نہیں میرا اپنا بچہ میرے ہاتھوں سے جدا ہوا ہے۔۔۔۔ آج اگر منظور صدیقی پریشان ہے تو یہ بھی ایک قدرتی چیز ہے لیکن وہ اس خیال سے اپنا حوصلہ

بلند کریں کہ جو کچھ ہوتا ہے، قدرت کی طرف سے ہوتا ہے اور اپنی صلاحیتوں کو  
توانا رکھیں۔ ان سے ہمیں ابھی بہت کچھ حاصل کرنا ہے۔ ان کے شاگرد ہی کو  
نہیں، بلکہ وہ رفقاء بھی جنہوں نے بیس پچیس سال پہلے ان کے ساتھ کام کیا ہے،  
ان سے بہت امیدیں رکھتے ہیں....."

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں  
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں  
(علامہ اقبال)

## پاکستان بنانے والوں میں سے پانچ سو

تحریک پاکستان کے کارکنوں کا یہ اجلاس  
تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما جناب منظور الحق  
صدیقی کے صاحبزادے ارشد محمود صدیقی کی  
وفات پر انتہائی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔  
مرحوم انتہائی ذہین، قابل اور مخلص نوجوان  
تھے۔ ان کی وفات سے قوم ایک جوہر قابل سے  
محرور ہو گئی ہے۔ یہ اجلاس مرحوم کے لئے دعائے  
مغفرت کرتا ہے۔

یہ اجتماع ۸ اگست ۱۹۷۰ء کو حبیبیہ ہال اسلامیہ کالج لاہور میں ہوا۔ اس  
میں مشرقی اور مغربی پاکستان سے پانچ سو کے قریب رہنما اور کارکنوں  
نے شرکت کی جن میں سے چند کے اسمائے گرامی اگلے صفحے پر ملاحظہ  
فرمائیں۔ قرارداد کی نقل اور یہ نام حبیب گرامی حکیم آفتاب احمد قرشی  
ایم اے کے عنایت کردہ ہیں۔

میاں امیر الدین (صدر انجمن حمایت اسلام لاہور) ،  
 سید خلیل الرحمن (لاہور۔ سابق سیکرٹری پنجاب مسلم لیگ) ، نواب  
 زادہ محمود علی خان (سابق سیکرٹری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) ،  
 خان نخت جمال خان (مردان سابق رکن مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم  
 لیگ) ، حکیم آفتاب احمد قرشی ایم اے (لاہور۔ صدر آل پاکستان  
 یوتھ موومنٹ ، کنوینٹر ورلڈ مسلم یوتھ کانگریس ، طبی بورڈ حکومت  
 پاکستان) ، ڈاکٹر جاوید اقبال (لاہور) ، ظہور عالم شہید (لاہور۔ صدر  
 نیشنل یونین آف جرنلسٹس) ، حافظ نذر احمد (پرنسپل شبلی کالج  
 لاہور) ، رشید احمد انصاری (سیکرٹری موتمن عالم اسلامی مغربی  
 پاکستان) ، مولانا بشیر احمد انگر (بہاول پور) ، عبد الحمید ایڈووکیٹ  
 سرگودھا) ، سید اظہار احمد لدھیانوی ، انور قریشی غازی آبادی ،  
 ظہیر نیازنگی ، ڈاکٹر الہی علوی (جنرل سیکرٹری جماعت اہل حدیث  
 مشرقی پاکستان) ، مظفر حسین (ایڈووکیٹ پورہ) ، محمد عبد السلام  
 (صدر اسلام یونائیٹڈ فرنٹ ڈھاکہ) ، پروفیسر چوہدری محمد صادق  
 (حسن ابدال) ، خلیفہ امام الدین بقا جانندھری (جوہرنوالہ)۔

## بھائی جان کی یاد میں

زمین نازاں ہے تجھ پر آسماں بھی ناز کرتا ہے  
 کہ اک تارا زمین کا زیت اخلاک بنتا ہے۔  
 ہماری زندگی لے کر حیات جادواں لے لی  
 ستارے ماند پڑ جاتے ہیں جب سورج ابھرتا ہے  
 بہت افسردہ دل ہیں باپ، ماں، بھائی، بہن سارے  
 اب ان تیرہ دلوں میں بس تیرا جلوہ دمکتا ہے  
 دلوں میں یاد ہے تیری ہموں پر نام ہے تیرا  
 مگر ہر ایک یاں پہ مہری صورت کو ترستا ہے  
 شہادت عین رحمت ہے ، شہادت ایک نعمت ہے  
 متاع بے بہا ہے جس پر انسان فخر کرتا ہے  
 تم اب کے فصل گل میں ہم سے کوسوں دور ہو لیکن  
 ہر اک غنچہ تمہاری مسکراہٹ لے کے کھلتا ہے  
 میں پہلے بے خبر تھا اب سمجھ میں آگیا میری  
 کہ کیوں کر ایک پل میں اک شہر ویرانہ بنتا ہے  
 تو اک پرواز میں جنت میں داخل ہو گیا ارشد  
 جدائی میں تری احمد رضا کا دل تڑپتا ہے

احمد رضا صدیقی







صدیقی خانوارہ

From Cadet College he progressed to the Engineering University, Lahore, in 1965 from where he took his First Class First degree in Mechanical Engineering with distinctions in three subjects and two Gold Medals. When he had completed his formal, professional training he decided against Government Service in favour of gaining some insight into industrial enterprises, after which he wished to form a business of his own.

In an overall appraisal of his personal qualities we discover a wide range of virtues which led him to be admired by so many, and consequently his loss was mourned by his numerous friends and colleagues. He could be said to have possessed a quiet nature, a modest disposition, an obedient manner, generosity of heart with a flavour of sincere humanity, a strong sense of duty, cleanliness, and not least, being a happy, smiling conversationalist with a judicious choice of friends.

As a young man he displayed a strong sense of conviction without ignoring the feelings of others. This sense of conviction clearly emerged late when the question of his future occupation arose. He was determined to be a Mechanical Engineer, however, his uncle preferred him to concentrate on Civil Engineering. The conflict which followed was amicably settled by mutual compromise, brought to a successful conclusion by Arshad's gentlemanly tact and courteous persuasion. His life was dictated by creative idealism, while he never neglected the pragmatic and realistic approach which was essential for the fulfilment of his own ambitions in the Engineering world, as exemplified by his success in Pakistan's first Hovercraft, a few years ago.

As a lasting mark of the deep impression he created, the College authorities have decided to raise a Memorial to Arshad-an appropriate tribute to his death and latent potential.

(Signed by: Cadet College Hasanabad)

#### **From Arshad's Diary**

Dated: 29-12-1968

My work is almost at its end and I am as bored up with lack of work as you are. Lack of work is almost two month's strike backed mainly by these political parties. May God deal strictly with those idiots who start up on strike.

# O B I T U A R Y

## In Memory of Ex-Cadet Arshad Mahmood Siddiqi

Arshad Mahmood Siddiqi was born on the 3<sup>rd</sup> September, 1948, and died a young and untimely death on the 6<sup>th</sup> August, 1970, being one of the passengers on the ill-fated P. I. A. Night Coach, bound for Lahore, that crashed near Rawat.

The sad news of Arshad's tragic accident shook the whole College with tender emotion and swept a great many people into tears.

Arshad's death is indeed a great loss to his family, but even more so to the College that has lost its pride in the expected follow-up of an illustrious son of this institution.

To typify his usually strong character an incident from his childhood might serve as an interesting insight into Arshad's mind. At the age of six and a half he showed his determined will and bold approach by an interesting example. While his entry to a school was being considered for Class One Arshad insisted that he be subjected to a series of tests to accurately determine the stage at which it would be most appropriate for him to join. The result of this strong self assurance was that he gained admission directly into Class Three. This was a feat which was justly deserved since Arshad had burned the mid-night oil frequently to prepare himself for the tests, in spite of maternal apprehension for loss of sleep.

He entered Cadet College, Hasan Abdal, in 1960 and this was the beginning of an era of distinction. His outstanding successes at the College were academic. However his extra-curricular achievements were of no lesser eminence or diversity which showed-up clearly in his appreciation of "The Great Outdoors" on his visit to Kabul, Kaghan and beyond Swat, coupled with his enthusiasm for rowing. He left the College with 1<sup>st</sup> Class in his F. Sc. (Pre-Engineering)-a just tribute to his persistent academic strivings. On the games field he Captained the Junior Hockey Team and was an enthusiastic boxer. Chess was his first love and he proved his excellent standard in this by winning the I.S.S.T. Championship. His efforts also took him to the Editorship of the College Magazine (English Section)-in spite of his scant regard or memory for poetry.

**Speech in Lahore on 30.8.1970 by Ex-cadet Muzaffar Ghaffar who has never missed sending Eid greetings since he left the College in 1955:**

My name is Muzaffar Ghaffar. I am from the 1954 group. It is customary at condolence meetings to say things, to recount achievements and to console the bereaved family. I find the loss of a human life so completely overpowering and this particular tragedy so overwhelming that I do not want to limit this tragedy in words. Instead I would speak about a new lesson that I have learnt from a teacher whom I respect more than any other teacher I have ever had. Let me recount a certain incident of 10<sup>th</sup> class in 1954 in Hasan Abdal. I was perhaps the poorest student in Mathematics and I was positive that I would fail that examination of Matriculation. Then Mr. Siddiqi stood up, looked me straight in the eyes and said with courage and with a certain look I shall never forget "Muzaffar if you fail this examination I will resign from this College" I want to connect that incident with what I have seen today and that is the extreme courage of Mr. Siddiqi. The fortitude with which he has borne this overpowering loss should be an example to all of us. As Qari Sahib explained to us in the translation from the Holy verses he read from the Quran that this courage is propagated and promoted and respected by the Almighty; and this courage may God grant to Mr. Siddiqi and his family to bear this loss.

**LIBRARIAN**

West Pakistan

University of Engineering and Technology, Lahore.

"....It will be appreciated if a large size photograph is provided to us for its display in the main hall of University Library."

M. Fazal-ul-Haq

**SPEECHES**

•

**SHAHID SAMI QADRI****B.Sc. Engr. (Electrical) Gold Medalist 1968.**

".....This loss is not to only our respected teacher Mr. M.H Siddique but its' a great loss to the whole nation. At this critical stage, our nation does need such a talented person to lift the nation out of the critical stage...."

**TAUQIR AHMED WARAICH**

**(B.Sc. Mech. Engr. Lecturer and Head of Department of Engr.  
West Pakistan College of Textile Technology , Lyallpur)**

".....Believe me it has given me such a big shock that you could hardly fancy the intensity. Arshad was not only my class mate for long years but had also been my room mate and undoubtedly one of my closest and dearest friends of life.... Never on Earth could have anybody said that such a sweet, charming intelligent and smart boy shall live for such a short time ."

**M. ZULFIQAR ALI KHAN**

**Philadelphia U.S.A.**

"... Believe me Sir, it gave me the biggest shock of my life as if it were my own brother...such a good ever smiling, sincere and friendly to every body and intelligent boy..."

**Maj and Mrs Nasarullah**

24 Punjab Regt

(Ex-Adjutant Cadet College, Hassan Abdal)

"... The deceased was a man of high caliber with unnamable qualities."

**Fida Hussain (Now CSP)**

"Arshad Mahmood was the brilliant hope and just pride of our family. I feel it also a personal loss to myself, for Arshad was not only my class fellow but also a sincere friend. I always observed him as a truthful, straightforward and noble person..."

**Javaid Bashir Khan**

11 Baluch

"I knew Arshad when he was in 9<sup>th</sup> and I was in 8<sup>th</sup> in 1961. He was such a nice boy that he looked after us as we were new to the College. I always saw him with a smile on his face. Never saw him annoyed at any stage. Not only you have lost him, everybody has to face it."

A.S.P  
Sargodha  
Sep 15, 1970

My dear Siddiqui Saheb,

I do not know what to write to you in this hour of terrible grief. Ever since the air crash took place, I had only wished from the core of my heart that the gentleman named A. M. Siddiqui from Hasan Abdal was not known to me. But alas it came true and I can only say that in the untimely loss of Arshad you are not alone to mourn. Arshad was a very fine young man whom I remember as a brilliant student when I taught at Lahore, and having the virtues of an outstanding gentleman. Allah too likes good men and he has taken a pick.

The sad news was confirmed when I read of a condolence meeting to be held at Lahore. How much I wanted to attend but could not move out as I had just been transferred from Jauharabad to Sargodha.

I want to tell you, you have other sons like us to give you solace in this difficult world. Please never hesitate to let me know if and when I can be of any use to you.

In this stage of life Allah has put you in the greatest test. His will is final. Arshad shall be a living soul and comfort in the domains of heaven. May Allah bless you with indomitable courage to bear this irreparable loss.

May I assure you and your entire family that here at Sargodha you have a well wisher and a friend.

Very Sincerely Yours

**Asad Alvi**

**ASIF EZDI SHAH CSP**

"Arshad Mahmood's loss will be felt by all who knew him however slightly. To me he was well known as an exceptionally nice person."

8 MASON ROAD,  
 LAHORE  
 AUGUST 20, 1970

My dear Siddiqui Saheb,

This is to offer you my heart-felt condolences on the sad demise of your beloved son in the recent unfortunate accident. It was a shocking tragedy which moved one and all. All who knew A.M. Siddiqui will mourn his death for years to come. He died in the prime of his age.

Words are but a poor consolation at time like this. But believe me Siddiqui Sahib I am with you in this hour of trial. We as Muslims are resigned to fate. May God give you courage to bear this heavy loss and may the departed soul rest in peace. Amen.

With profound regards,

Yours in grief,

**(Muhammad Saeed Mehdi)**

Mr. M.H. Siddiqui, M.A.  
 Cadet College,  
 Hasan Abdal



Professor M. Sultan Hussain  
 B.Sc. Engg. (ALIG)M.ENG.G. Ph.D. (Sheffield)  
 D.A.E.Cranfield). Graduate I.E.E.(London)  
 Assoc.MEM.A.S.M.E.(N.Y). M.I.E (Pak) Seal  
 C-2, ENGINEERING UNIVERSITY,  
 LAHORE

Dated 11<sup>th</sup> November, 1970

I am deeply distressed at the most tragic death of Arshad Mahmood Siddiqui at Rawat in an Air Crash. No words can express our profound and heartfelt sorrow over this extremely sad and untimely demise. I pray to Allah that his parents and relatives may be bestowed with sufficient strength and courage to bear this sudden and irreparable loss. It would be well to remember that God's ways are just. Those whom Allah loves die young. He is now far away from the cares and anxieties of life. We will always feel justly proud of his noble memory. May his soul rest in peace.

I know Arshad personally as a student of mine in the Design Division of the Mechanical Engineering Department, of which I happen to be the Incharge. He was a perfect gentleman, and everybody loved him for his simplicity and sincerity. He was a young man of very active habits and acquitted himself creditably. He was a very enthusiastic student, showing special aptitudes and abilities in dealing with both the Theoretical and Practical aspects of Engineering. He had a thorough mechanical bent of mind, and took a very keen interest in the various practical works during the course of his studies. He worked specially well in the Design of an "Hoovercraft" for his Project, a very important Sessional for the award of B.Sc. Engg. Degree, which he obtained with the greatest honour, standing First Class First amongst all the students of all the three Divisions of Production, Power and Design, and securing a number of Distinctions and Gold Medals.

With profoundest sorrow, and humble prayers to Allah.

Yours Sincerely

**M. Sultan Husain**

Bishops Senior School,  
P.O. Box 75,  
Mukono,  
Uganda.

August 12th 1970.

Dear Mr Siddiqui,

Having just recovered from Mr Bokhari's sad news, I have now learnt of this further tragedy concerning your son Arshad Mahmood. I really am most terribly sorry to hear about it and hasten to send you and your family this letter of condolence and to express to you all my deepest sympathy in your sad and tragic loss.

Words are quite inadequate on such an occasion, but they are the only means available to me to express how I feel for you at this time.

I remember Arshad of course very well as one of the nicest cadets at the College during my time, and I have heard too of his outstanding success later at the University. I am sure that the brightest of futures was awaiting him, and this makes his sudden passing all the more hard to bear.

Please convey my condolences to your wife and family and accept this letter with the affection and sympathy that it brings.

yours very sincerely,

*A.W.E. Winlaw*

A.W.E. Winlaw.



## ENGLISH SECTION

### CONTENTS

#### LETTERS

1.	Mr. A.W.E. Winlaw, Principal Bishops School Mulconu, Uganda.	2
2.	Prof. Dr. M. Sultan Hussasin, Engineering University Lahore.	3
3.	Muhammad Saeed Mehdi C.S.P.	4
4.	Asad Mahmood Alvi P.S.P.	5
5.	Asif Ezdi Shah C.S.P.	5
6.	Tauqir Ahmed Waraich <sup>e</sup>	6
7.	Zulfiqar Ali Khan, Philadelphia, USA	6
8.	Major & Mrs. Nasrullah	6
9.	Fida Hussain C.S.P.	6
10.	Javaid Bashir Khan	6
11.	Librarian Engineering University Lahore	7

#### SPEECHES

12.	Engineer Shahid Sami Qadri	7
13.	Muzaffar Akhtar Ghaffar	8

#### MISCELLANIOUS

14.	Obituary (Published by Cadet College Hasan Abadal)	9
15.	A page from Arshad's Diary	10



## پروفیسر منظور الحق صدیقی (پیدائش 1917ء)

تحریک پاکستان کے ان سابقوں میں سے ہیں جنہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے قراردادوں اور والے اجلاس میں شرکت کی اور پھر اس قرارداد کو پنجاب کے عوام میں مقبول بنا کر اسے تحریک پاکستان بنانے میں بھرپور حصہ لیا۔ انہیں قائد اعظم سے طویل ملاقاتوں اور ان سے خط و کتابت کا شرف حاصل ہے۔ قیام پاکستان سے پہلے آپ کا شمار مشاہیر ہند میں ہوتا تھا۔ تحریک پاکستان کے گولڈ میڈلسٹ ہیں۔

1940ء سے اب تک تدریس سے وابستہ ہیں۔ 35 سالہ سرکاری ملازمت کے دوران آپ سے پڑھی ہوئی چالیس کلاسوں نے یونیورسٹی اور بورڈ کے امتحان دیئے۔ ان میں آپ کا کوئی شاگرد فیل نہیں ہوا۔ فیض نظر اس پر مستزاد ہے۔ آپ پاکستان کی مایہ ناز درس گاہ کیڈٹ کالج حسن ابدال کے بانی اساتذہ میں سے ہیں۔ اس کالج میں چھبیس سال رہے۔ اور اسکی اعلیٰ روایات قائم کرنے میں حصہ لیا۔

آپ اکیس تحقیقی کتابوں کے مؤلف یا مصنف ہیں۔ تحریک پاکستان پر آپ کا مرتبہ رسالہ ہے۔ LIVE AND LET LIVE 1942ء میں راولپنڈی سے شائع ہوا۔ آپ کی ریاضی پر تین کتابیں اور حسانی معموں پر محفل معما گوئی کے علاوہ تاریخ و سوانح پر تاریخ حسن ابدال، تحریک پاکستان میں رہتک کا کردار، قائد اعظم اور راولپنڈی، شاہ لطیف بری، مولانا مودودی چند آثار چند یادیں، ہادی ہریانہ، پیرزادہ محمد حسین عارف، مآثر الابداد وغیرہ شائع ہو چکی ہیں۔

آپ کی مخزونہ نادر و نایاب مطبوعہ اور خطی کتب اور ہزاروں قدیم و جدید نہایت ہی اہم دستاویزات پر حکومت پاکستان کی قومی ہجرہ کو نسل اسلام آباد نے ایک رسالہ کنز الآثار صدیقی کے نام سے شائع کیا۔ یہ انمول خزانہ وقف کر دیا ہے۔

8219